مردوں کے لباس

اور

بالوں کے شرعی احکام

جس میں مردوں کے لباس، شرٹ، پینٹ، ٹائی، ٹوپی، پگڑی

کالر، داڑھی، مونچھ اور بالوں کے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں

طبع جدید

کتاب کا نام	مردوں کے لباس اور بالوں کے شرعی احکام
مؤلف کا نام	مفتی محمد کمال الدین احمد راشدی صاحب
	استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی
طبع ثالث	ترمیم اور اضافہ کے ساتھ
ناشر	ماریہ اکیڈیمی کراچی، پاکستان
قیمت	۴۰/- روپے

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف	جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴
دارالاشاعت	اردو بازار، ایم اے جناح روڈ کراچی۔۱
بیت الکتب	بالمقابل اشرف المدارس، گلشن اقبال کراچی
بیت القرآن	اردو بازار کراچی
میمن اسلامک پبلشرز	لیاقت آباد کراچی
واحدی کتب خانہ	۳۶ر جی لانڈھی کراچی نمبر ۳۰
مکتبہ نعمانیہ	۳۶ر جی لانڈھی کراچی نمبر ۳۰
مکتبہ اسلامیہ	۳۶ر جی لانڈھی کراچی نمبر ۳۰
مکتبہ زکریا	علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ دارالعلوم کراچی	ڈاکخانہ دارالعلوم کراچی ۱۴

انتساب

میں اپنی اس حقیر سی کاوش کو اپنے پیارے والدین مکرمین کے نام منسوب کرتا ہوں جنہوں نے انتہائی شفقت سے مجھے قلم پکڑنا سکھایا

اور

ان اساتذۂ کرام کے نام جن کی تعلیم و تربیت کی بدولت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے لکھنے کی توفیق عنایت فرمائی۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
۳۰	فقہاء کرامؒ کا صحیح قول	۳۳
۳۱	ساتواں اصول	۳۴
۳۲	آٹھواں اصول	۳۴
۳۳	نواں اصول	۳۵
۳۴	سرخ دھاری دار لباس پہننا جائز ہے	۳۵
۳۵	دسواں اصول	۳۶
۳۶	لباس کے متفرق مسائل	۳۷
۳۷	لباس مسنون	۳۷
۳۸	سنت کی تعریف	۳۸
۳۹	سنت کی اقسام	۳۹
۴۰	آپؐ کا لباس کیسا تھا؟	۴۰
۴۱	شرعی لباس	۴۱
۴۲	حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:	۴۲
۴۳	پینٹ شرٹ پہننا	۴۳
۴۴	طلباء اور ملازمین کیلئے پینٹ شرٹ کی پابندی	۴۳
۴۵	ٹائی پہننے کا حکم	۴۴

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین، اما بعد!

انسانی زندگی میں لباس کو اہم مقام حاصل ہے، اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ لباس کی وجہ سے انسان کی زندگی پر، اس کی معاشرت پر، اس کے دین پر، اس کے اخلاق پر اور اس کے طرز عمل پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، قرآن وحدیث کی رو سے یہ بات تو بالکل واضح اور روشن ہے، اور اب نفسیات کے ماہرین، اور سائنس دان بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے لگے ہیں، یہ مقولہ تو زمانہ قدیم سے مشہور ہے کہ "الناس باللباس" یعنی انسان کی اصل پہچان اس کے لباس سے ہی ہوتی ہے۔

آج کل ہمارے معاشرے میں ترقی کے نام سے مغربی تہذیب، فحاشی اور عریانی پھیلی ہوئی ہے، فیشن کے نام پر ایسے ایسے لباس بن رہے ہیں کہ ان کو لباس کہنا بھی لباس کے ساتھ زیادتی ہے، موجودہ معاشرہ کی برائیوں میں یورپی عریاں لباس کا بہت بڑا دخل ہے، لباس کا جو اصل مقصود ستر پوشی ہے وہ مقصد فیشن کے مروجہ لباس سے پورا نہیں ہوتا، اس کے برعکس یہ مروجہ مغربی لباس عریانی کو نمایاں کرتا ہے، اور برائیوں کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

بہرحال لباس کوئی معمولی چیز نہیں ہے، اور نہ محض ایک کپڑا ہے کہ جسے انسان نے اٹھا کر پہن لیا، بلکہ یہ لباس انسان کے طرز فکر پر، اس کی سوچ پر اور اسکی ذہنیت پر اثرانداز ہوتا ہے، اس لئے خوب سوچ سمجھ کر لباس اختیار کرنا چاہئے۔

لباس کے بارے میں شریعت اسلام کی تعلیمات بڑی معتدل ہیں، چنانچہ شریعت نے کسی مخصوص لباس کی تعیین نہیں کی ہے، اور نہ کسی ایسی خاص وضع اور تراش کی پابندی لگائی ہے کہ جس کی خلاف ورزی ناجائز اور گناہ ہو، بلکہ حالات وموسم کے اختلاف، لوگوں کے مزاج وعادات اور ان کے عرف ورواج کے فرق کا بھی لحاظ رکھا گیا

ہے، البتہ لباس کے بارے میں شریعت اسلام نے کچھ ایسے جامع اصول عطا فرمائے ہیں کہ جن کی رعایت ہر حال میں ضروری ہے، اور جو لباس ان اصول وحدود کے دائرہ میں ہوگا وہ شرعی لباس کہلائیگا، ورنہ وہ خلاف شرع ہوگا۔

معزز حضرات! آپ کی سہولت کے لئے میں نے لباس کے متعلق شرعی اصول اور حدود وقیود کو ضروری وضاحتوں کے ساتھ بیان کردیا ہے، اور یہ بھی واضح کردیا ہے کہ کونسا لباس شریعت کے مطابق ہے اور کونسا خلاف شرع۔

لباس کے ساتھ ساتھ ٹوپی، پگڑی، داڑھی، مونچھ اور بالوں کے احکام اور اس بارے میں روزمرہ کے ضروری مسائل کو بھی نہایت وضاحت کے ساتھ لکھدیا ہے، تاکہ اس کے مطابق عمل کرنا آپ کے لئے آسان ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کے احکام کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

دعاؤں کا طالب
محمد کمال الدین احمد راشدی
دارالافتاء دارالعلوم کراچی
۱۰/ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

اسلام میں لباس کا مقام

قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنے والوں کیلئے یہ بات الم نشرح ہے کہ اسلام کی تعلیمات انسانی زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہیں، زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو اسلام کی تعلیمات سے خالی ہو، ہماری معاشرت اور رہن سہن کے ہر حصے سے ان کا تعلق ہے، اس لئے قرآن وسنت نے اس بارے میں تفصیلی ہدایات دی ہیں۔

لباس کی اہمیت

اسلام کی تعلیمات میں سے ایک اہم تعلیم لباس کے متعلق ہے، کیونکہ شریعت میں لباس کو بہت اہمیت حاصل ہے، اور اس کا معاملہ اتنا سادہ اور اتنا آسان بھی نہیں کہ جس آدمی کا دل جو چاہے ویسا لباس پہنتا رہے جب کہ اس لباس کی وجہ سے آدمی کے دین پر، اس کے اخلاق پر، اس کی

زندگی پر، اس کی معاشرت پر، اور اس کے طرز عمل پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور یہ ایک مسلم حقیقت ہے جس کو شریعت نے تو ہمیشہ بیان فرمایا ہے، اور اب نفسیات کے ماہرین اور سائنس داں بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے لگے ہیں کہ انسان کے لباس کا اس کی معاشرتی زندگی پر، اس کے کردار پر اور اس کے اخلاق پر بڑا اثر ہوتا ہے، اور یہ بات اب بالکل عیاں ہو گئی ہے کہ لباس کوئی معمولی چیز نہیں ہے اور نہ محض ایک کپڑا ہے کہ جسے انسان نے اٹھا کر پہن لیا، بلکہ یہ لباس، انسان کے طرز فکر پر، اس کی سوچ پر اور اس کی ذہنیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

لباس اپنا اثر رکھتا ہے

اوپر کی چند سطروں سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ہر لباس اپنا اثر ضرور رکھتا ہے، اس کا ایک ثبوت ہمیں خیر القرون میں بھی ملتا ہے، چنانچہ خلیفہ ثانی حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے، اس وقت وہ ایک بہت شاندار جبہ پہنے ہوئے تھے، جب خطبہ سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے تو جا کر اس جبہ کو اتار دیا، اور فرمایا کہ میں آئندہ اس جبہ کو نہیں پہنوں گا، کیونکہ اس جبہ کو پہننے سے میرے دل میں بڑائی اور تکبر کا احساس پیدا ہو گیا، اس لئے آئندہ اس کو نہیں پہنوں گا۔

حالانکہ بذات خود وہ جبہ ناجائز اور حرام نہیں تھا مگر ان جیسے متقی اور صاف شفاف دل والے پر بڑائی کا یہ احساس بھی ناگوار تھا۔ تو حضرت فاروق اعظمؓ کے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ لباس کا اثر انسان کے اخلاق پر، اس کے کردار پر اور اس کی زندگی پر پڑتا ہے۔ اس لئے لباس کو معمولی چیز سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ اور اسلام نے لباس کے بارے میں جو بنیادی اصول بیان کئے ہیں ان کو سمجھنا چاہئے اور ان کی پیروی کرنی بھی ضروری ہے۔

لباس کے بارے میں غلط پروپیگنڈہ

لباس کے بارے میں ایک پروپیگنڈہ بڑی کثرت کے ساتھ یہ کیا جاتا ہے کہ لباس تو ایک ایسی چیز ہے جس کا تعلق ہر قوم اور ہر علاقہ کے حالات سے ہوتا ہے، اس لئے اگر آدمی اپنی پسند اور ماحول کے مطابق کوئی لباس اپنے لئے اختیار کرلے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے، اور شریعت کو بیچ میں لانا شرعی احکام بتلانا اور مختلف قیود وپابندیاں لگانا ملاؤں کی تنگ نظری کی دلیل ہے، ورنہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے تو دین میں اتنی پابندیاں نہیں لگائی ہیں۔

اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب! اس ظاہری لباس میں کیا رکھا ہے، اصل بات یہ ہے کہ دل صاف ہونا چاہئے اور ہمارا دل صاف ہے،

ہماری نیت اچھی ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارا تعلق قائم ہے، سارے کام تو ہم ٹھیک کر رہے ہیں، اب اگر ذرا سا لباس بدل دیا تو اس میں کیا حرج ہے؟ اس لئے کہ دین ظاہر کا نام نہیں، باطن کا نام ہے، دین جسم کا نام نہیں، روح کا نام ہے، شریعت کی روح دیکھنی چاہئے، دین کی روح کو سمجھنا چاہئے۔ اور اس طرح کی باتیں کرنا آج کل فیشن بن گیا ہے۔

ظاہر و باطن دونوں مطلوب ہیں

یہ دونوں پروپیگنڈہ بے بنیاد اور غلط ہیں، اولاً تو ہر لباس اپنا اثر رکھتا ہے اور اس میں حدود و قیود ملاؤں کے اپنے ایجاد کردہ نہیں ہیں، بلکہ اسلامی تعلیمات کی رو سے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ دین کے احکام جس طرح روح پر ہیں اسی طرح جسم پر بھی ہیں، اور جس طرح باطن پر ہیں، اسی طرح ظاہر پر بھی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ﴾ (سورۃ الانعام ۱۲۰)

یعنی ظاہر کے گناہ بھی چھوڑو اور باطن کے گناہ بھی چھوڑو، صرف یہ نہیں فرمایا کہ باطن کے گناہ چھوڑو، بلکہ شریعت میں دونوں کا اعتبار ہے اور دونوں ہی مطلوب ہیں۔

❀❀❀

لباس کی حقیقت

مرد کے بدن کا وہ حصہ جسے عربی زبان میں "عورت" اور اردو اور فارسی زبان میں "ستر" کہتے ہیں، چھپانا شرعی، طبعی اور عقلی طور پر فرض ہے، اور ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض جس پر عمل ضروری ہے، وہ اعضائے مستورہ کو چھپانا ہے، یہ فریضہ ابتدائے آفرینش سے ہے، اور تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں فرض رہا ہے، بلکہ شرائع کے وجود سے بھی پہلے جب جنت میں شجر ممنوعہ کھانے کے سبب حضرت آدم اور حضرت حواء علیہا السلام کا جنتی لباس اتر گیا، اور ان کا ستر کھل گیا، تو وہاں بھی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام نے ستر کھلا رکھنا جائز نہیں سمجھا اس لئے حضرت آدم اور حضرت حواء دونوں نے جنت کے پتے اپنے ستر پر باندھ لئے، دنیا میں آنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے خاتمہ الرسل ﷺ تک ہر پیغمبر کی شریعت میں ستر چھپانا فرض رہا ہے، اعضاء مستورہ کی تعیین اور تحدید میں تو اختلاف ہو سکتا ہے مگر اصل فرضیت ستر عورت کی تمام انبیاء کی شرائع میں مسلمہ ہے، اور یہ فرض ہر انسان مرد و عورت پر فی نفسہ عائد ہے کوئی دوسرا دیکھنے والا موجود ہو یا نہ ہو۔

لباس کیسا ہو

لباس کے بارے میں شریعت کی تعلیمات بڑی معتدل ہیں، چنانچہ شریعت نے کسی مخصوص لباس کی تعیین نہیں کی ہے، اور نہ اس کی مخصوص ہیئت بتلا کر یہ کہا کہ ہر شخص کیلئے ایسا لباس پہننا ضروری ہے، بلکہ ہر علاقہ اور ہر جگہ کے لوگوں کو موسم اور آب وہوا کے لحاظ سے لباس کے چناؤ میں آزادی دی گئی ہے، اور وہ اس لئے ہے کہ اسلام دین فطرت ہے، اور حالات کے لحاظ سے، مختلف ممالک کے لحاظ سے، وہاں کے موسموں کے لحاظ سے، وہاں کی ضروریات کے لحاظ سے لباس مختلف ہو سکتا ہے، مثلاً، کہیں باریک، کہیں موٹا، کہیں کسی وضع، کہیں کسی ہیئت کا لباس اختیار کیا جا سکتا ہے، البتہ اسلام نے کچھ اہم اور بنیادی اصول اور آداب لباس کے سلسلے میں بتائے ہیں، ان آداب اور اصولوں کا لحاظ رکھنا ہر حال میں ضروری ہے، ذیل میں ہم آداب اور اصولوں کو پہلے اجمالی طور پر بیان کر دیتے ہیں، پھر ان کو قدرے وضاحت اور تشریح کے ساتھ بیان کریں گے۔ پھر اس کے بعد لباس کے متعلق مختلف اور متفرق مسائل کو الگ الگ عنوان کے ساتھ ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

❁❁❁

لباس کے اجمالی بنیادی اصول

جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ لباس کے متعلق کسی خاص وضع اور تراش کی شریعت نے پابندی نہیں لگائی، البتہ لباس کی حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہیں ہونا چاہیے، پس جو لباس ان شرعی حدود میں ہوگا وہ شرعی لباس کہلائے گا ورنہ خلاف شرع ہوگا، وہ حدود یہ ہیں:

(۱) لباس اتنا چھوٹا، باریک یا چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہو جائیں جن کا چھپانا واجب ہے، بلکہ لباس ایسا ہونا چاہئے کہ جس سے مکمل طور پر ستر پوشی ہوتی ہو۔

(۲) لباس میں کافروں اور فاسقوں کی نقالی اور تشبہ اختیار نہ کریں۔

(۳) جس لباس سے تکبر وتفاخر اور اسراف وتنعم مترشح ہوتا ہو اس سے اجتناب کریں۔

(۴) مال دار شخص اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ دیکھنے والے اسے مفلس سمجھیں۔

(۵) اپنی مالی استطاعت سے زیادہ قیمت کے لباس کا اہتمام نہ کریں۔

(۶) مرد شلوار، تہبند، اور پاجامہ وغیرہ اتنا نیچا نہ پہنیں کہ ٹخنے یا ٹخنوں کا کچھ حصہ اس میں چھپ جائے۔

(۷) مردوں کیلئے اصلی ریشم کا لباس پہننا حرام ہے۔

(۸) مرد زنانہ لباس اور عورتیں مردانہ لباس نہ پہنیں۔

(۹) لباس صاف ستھرا ہونا چاہئے، مردوں کیلئے سفید لباس زیادہ پسند کیا گیا ہے۔

(۱۰) خالص سرخ لباس پہننا مردوں کیلئے مکروہ ہے، البتہ کسی اور رنگ کی آمیزش ہو یا سرخ دھاری دار ہو تو مضائقہ نہیں۔

اب ہم ان اصولوں کو قدرے وضاحت اور تشریح کے ساتھ بیان کریں گے۔

لباس کے بنیادی اصول

قرآن کریم اور ذخیرۂ احادیث میں تتبع و تلاش کے بعد، لباس کے متعلق جو بنیادی اصول ملتے ہیں وہ لباس کی شرعی حدود ہیں، ان سے تجاوز نہیں ہونا چاہئے، اور جو لباس ان شرعی حدود میں ہوگا وہ شرعی لباس کہلائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے لباس کے بنیادی اصول بتلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿یٰا بَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا، وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ﴾ (سورۃ الاعراف:۲۶)

"اے بنی آدم، ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس اتارا جو تمہاری پوشیدہ اور شرم کی چیزوں کو چھپاتا ہے، اور جو تمہارے لئے زینت کا سبب بنتا ہے، اور تقوی کا لباس تمہارے لئے سب

سے بہتر ہے"

اس آیت کریمہ میں تین جملے ارشاد فرمائے گئے ہیں، اور ان جملوں میں لباس کے تمام اصول کو بیان کردئے ہیں۔ ان اصولوں کو ہم ذیل میں ترتیب اور قدرے وضاحت سے بیان کریں گے۔

پہلا اصول:

(۱) لباس کا پہلا بنیادی اصول یہ ہے کہ "لباس اتنا چھوٹا، باریک یا چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہو جائیں جن کا چھپانا واجب ہے، بلکہ لباس ایسا ہونا چاہئے کہ جس سے مکمل طور پر ستر پوشی ہوتی ہو"

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں لباس کا پہلا مقصد یہ بیان فرمایا کہ لباس ایسا ہو جو آدمی کی پوشیدہ اور شرم کی چیزوں کو چھپا سکے، اس سے واضح ہوا کہ گویا لباس کا بنیادی مقصد "ستر عورت" ہے، اور یہ مردوں میں ناف سے لیکر گھٹنوں تک کا حصہ ہے، جس کو چھپانا ہر حال میں ضروری ہے، بلا ضرورت شرعیہ اس حصہ کو کھولنا جائز نہیں، اور جو لباس ستر پوشی کے اس بنیادی مقصد کو پورا نہ کرے، شریعت کی نگاہ میں وہ لباس ہی نہیں، وہ لباس کہلانے کے لائق ہی نہیں، کیونکہ وہ لباس اپنا بنیادی مقصد پورا نہیں کر رہا ہے جس کے لئے وہ بنایا گیا ہے۔

چھوٹا، باریک اور چست لباس

تین قسم کے لباس ہیں، جو لباس کے بنیادی مقصد کو پورا نہیں کرتے،

(۱) پہلا وہ لباس جو اتنا چھوٹا ہے کہ لباس پہننے کے باوجود مکمل ستر پوشی نہ ہوتی ہو بلکہ ستر کا کچھ حصہ کھلا رہ گیا ہو، اس لباس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس لباس سے اس کا بنیادی مقصد حاصل نہ ہوا اور کشف ستر ہو گیا۔

(۲) دوسرا وہ لباس جس نے ستر کو چھپا تو لیا، لیکن وہ لباس اتنا باریک ہے کہ اس سے اندر کا بدن جھلکتا ہے۔

(۳) تیسرا وہ لباس جو اتنا چست ہو کہ لباس پہننے کے باوجود جسم کی بناوٹ اور جسم کا ابھار نظر آتا ہو، یہ بھی ستر پوشی کے خلاف ہے۔

ان تین باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کے لئے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ایسے لباس سے چھپانا ضروری ہے جو اتنا موٹا ہو کہ اندر سے ستر نہ جھلکے اور اتنا ڈھیلا ڈھالا ہو کہ اندر کے اعضا کو نمایاں نہ کرے، اور اتنا مکمل ہو کہ ستر کا کوئی حصہ کھلا نہ رہ جائے۔

دوسرا اصول

"لباس میں کافروں اور فاسقوں کی نقالی اور تشبہ اختیار نہ کریں"

کسی غیر مسلم قوم کی نقالی اور مشابہت کے ارادہ سے کوئی لباس پہننا ناجائز اور حرام ہے، حدیث شریف میں اس پر بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے، چنانچہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ﴾ (ابوداؤد، کتاب اللباس)

یعنی "جو شخص کسی قوم کے ساتھ تشبہ اختیار کرے، اس کی نقالی کرے، اور ان جیسا بننے کی کوشش کرے تو وہ انہیں میں سے ہے"

نقالی کی ممانعت

درج بالا اصول کی بنیاد پر یہ کہا جائے گا کہ جو لباس کسی غیر مسلم قوم کی امتیازی علامت اور شعار بن چکے ہیں، اگر ان کی نقالی کی غرض سے کوئی لباس اختیار کیا جائے گا تو وہ ناجائز اور حرام ہوگا، اور حدیث شریف کے الفاظ میں ایسا شخص گویا کہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے بلکہ اسی قوم کا ایک فرد ہے، کیونکہ یہ شخص انہی کو پسند کر رہا ہے، انہی سے محبت رکھتا ہے اور انہی جیسا بننا چاہتا ہے، اس لئے اس کو انہی میں سے شمار کیا جانا چاہئے۔

کسی دوسری قوم کی نقالی خواہ مباح کام میں ہو یا برے کام میں، جائز نہیں حرام ہے، برے کام میں نقالی حرام ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں، اور مباح کام میں اس غرض سے نقالی کرنا کہ میں ان جیسا نظر آؤں، اور دیکھنے میں ان جیسا لگوں، اور اہتمام کر کے ان جیسا بننے کی کوشش کرنا شریعت

کے اصول کے خلاف ہے اس لئے کہ شریعت نے تشبہ کی ممانعت فرمائی ہے، لہٰذا تشبہ کی وجہ سے مباح کام میں بھی اس طرح کی نقالی ناجائز اور حرام ہے۔

تشبہ اور مشابہت میں فرق

یہاں اس بات کو واضح کر دینا ضروری ہے کہ "تشبہ" اور "مشابہت" دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، اور دونوں کی بنیاد میں واضح فرق ہے اس لئے دونوں کے احکام بھی الگ الگ ہیں۔

تشبہ کے معنی یہ ہیں کہ اگر قصد وارادہ سے کسی چیز کو اس انداز کا بنایا جائے تا کہ ان کافروں جیسا لگے اور ان جیسا بننے کی کوشش کرے، یہ تشبہ ہے جو بالکل ناجائز اور حرام ہے، لیکن اگر بلا قصد وارادہ ان جیسی کوئی چیز بن گئی یعنی ان جیسا بننے کا ارادہ تو نہیں کیا تھا، لیکن اس عمل سے ان کے ساتھ مشابہت خود بخود پیدا ہو گئی تو یہ تشبہ نہیں، مشابہت ہے جو فی نفسہ ناجائز نہیں، تاہم جناب رسول اکرم ﷺ نے بلا ضرورت "مشابہت" پیدا ہونے سے بھی بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور ظاہر ہے کہ مسلمان قوم اور مسلمان ملت کا ایک امتیاز ہونا چاہئے، سر سے لے کر پاؤں تک اپنا حلیہ ایسا بنا کر رکھنا کہ دیکھ کر یہ پتہ ہی نہیں چلے کہ یہ آدمی مسلمان ہے یا نہیں، اس کو سلام کیا جائے یا نہ کیا جائے، درست نہیں، غرض یہ ہے کہ مباح چیزوں کے ذریعہ

بھی ایسا حلیہ بنانا پسندیدہ نہیں۔ (بخاری شریف ۲:۵۰۶ باب غزوہ خیبر، عمدۃ القاری ۱۷:۲۴۳)

مشرکین کی مخالفت کا حکم

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ"

"مشرکین کے طریقوں کی مخالفت کرو" (صحیح بخاری، کتاب اللباس)

یعنی مشرکین نے جیسے طریقے اختیار کئے ہیں تو ان سے الگ اپنا طریقہ بناؤ، ان کے طریقے مت اپناؤ، چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا:

"فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ"

"ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی پر عمامہ پہننا ہے"

(ابوداؤد، کتاب اللباس)

یعنی یہ مشرکین عمامے کے نیچے ٹوپیاں نہیں پہنتے تم ان کی مخالفت کرو، اور عمامے کے نیچے ٹوپی پہنا کرو، حالانکہ ٹوپی کے بغیر عمامہ پہننا کوئی ناجائز نہیں، لیکن ذرا سی مشابہت سے بچنے کے لئے حضور اکرم ﷺ نے یہ حکم فرمایا، تاکہ اشتباہ لازم نہ آئے۔

مسلمان ایک ممتاز قوم ہے

بہر حال مسلمان کو غیر مسلم قوم سے ممتاز ہونا چاہئے، ان کے ساتھ مخلوط نہیں ہونا چاہئے، مسلمان کے لباس میں، اس کی پوشاک میں، اس کی وضع قطع میں، اس کے اٹھنے بیٹھنے میں، اس کے طریقے ادا میں، غرض ہر چیز میں اسلامی رنگ نمایاں ہونا چاہئے، اب اگر مسلمان دوسروں کا طریقہ اختیار کرلے، تو اس کے نتیجے میں وہ امتیاز باقی نہیں رہے گا، بلکہ مٹ جائے گا، اس لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تشبہ سے بچو" اس لئے کہ وہ تو بالکل حرام ہے، اور "مشابہت سے بھی بچو" کیونکہ یہ مشابہت بھی کراہت سے خالی نہیں ہے اور پسندیدہ بھی نہیں ہے، اور غیرت کے بھی بالکل خلاف ہے، اس لئے ان دونوں سے بچنے کی ضرورت ہے۔

تیسرا اصول

"جس لباس سے تکبر و تفاخر اور اسراف و تنعم مترشح ہوتا ہو اس سے اجتناب کریں"۔

لباس کے بارے میں ایک اصول یہ ہے کہ لباس فخر و نمائش کے لئے نہ ہو، اور ایسا لباس پہننا حرام ہے جس کو پہن کر دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہو جائے، حدیث شریف میں اس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

"جو شخص دنیا میں شہرت والا لباس پہنے گا، قیامت کے

دن اللہ اس کو وہی لباس پہنائے گا اور اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا" (ابن ماجہ، کتاب اللباس)

چوتھا اصول

"مالدار شخص اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ دیکھنے والے اسے مفلس سمجھیں"

اللہ تعالیٰ نے لباس کو ہمارے لئے زینت اور خوبصورتی کی چیز بنایا ہے، ایک انسان کی خوبصورتی لباس میں ہے، لہٰذا لباس ایسا ہونا چاہئے کہ جسے دیکھ کر انسان کو فرحت ہو، بدہیئت اور بے ڈھنگا نہ ہو، جس کو دیکھ کر دوسروں کو نفرت اور کراہت ہو، بلکہ ایسا ہونا چاہئے جس کو دیکھ کر زینت کا فائدہ حاصل ہوسکے۔

اور جو شخص مالدار ہو، جس کی آمدنی اچھی ہو، اس کے لئے گھٹیا قسم کا لباس پہننا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک صاحب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ صاحب بہت بدہیئت قسم کا پرانا لباس پہنے ہوئے تھے، حضور ﷺ نے ان صاحب سے پوچھا:

"تمہارے پاس مال ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، آپ نے پوچھا کہ تیرے پاس کس قسم کا مال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کا مال عطا فرمایا ہے، اونٹ،

بکریاں، گھوڑے اور غلام سب ہیں، آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دیا ہے تو اس کے انعامات کا کچھ اثر تمہارے لباس سے بھی ظاہر ہونا چاہئے" (ابوداؤد، کتاب اللباس)

اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر ظاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو سب کچھ دے رکھا ہے، لیکن فقیر، مفلس اور گداگر کی طرح پھٹے پرانے کپڑے پہنے رہنا ایک طرح کی اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری ہے، اس لئے یہ ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔

آرام کیلئے قیمتی لباس پہننا جائز ہے

اپنے آرام کی خاطر اور اپنی آسائش کی خاطر، اپنی زیبائش کی خاطر عمدہ اور قیمتی لباس پہننا بلاشبہ جائز ہے، حضور ﷺ سے قیمتی لباس پہننا بھی ثابت ہے، روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے ایک ایسا جبہ زیب تن فرمایا جس کی قیمت دو ہزار دینار تھی، بہرحال اپنی جسمانی راحت اور آسائش کے لئے قیمتی لباس پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں جائز ہے۔

لباس میں نمائش جائز نہیں

اگر لباس سے راحت مقصود نہ ہو، آرائش اور آسائش مقصود نہ ہو بلکہ نمائش اور لوگوں کو دکھانا مقصود ہو کہ لوگ دیکھیں کہ ہم بہت دولت مند ہیں اور بہت اعلیٰ اور شاندار کپڑے پہنے ہوئے ہیں، جس سے دوسروں پر

بڑائی جتانا اور رعب جمانا مقصود ہو تو یہ سب باتیں نمائش میں داخل ہیں اور حرام ہیں، لہٰذا ان باتوں سے اجتناب ہر حال میں لازم ہے۔

پانچواں اصول

"اپنی مالی استطاعت سے زیادہ قیمت کے لباس کا اہتمام نہ کریں"

اسراف اور تکبر سے بچنا چاہئے

لباس اپنی مالی استطاعت کے مطابق ہونا چاہئے، مالی استطاعت سے بڑھ کر فخر و نمائش اور تکلف کا اہتمام کرنا درست نہیں، اور اس میں اسراف کرنا ناجائز ہے، چنانچہ حضور ﷺ کا بڑا اصولی ارشاد ہے:

"جو چاہو کھاؤ، جو چاہو پہنو، لیکن دو چیزوں سے اجتناب کرو، ایک اسراف، دوسرا تکبر" (صحیح بخاری، کتاب اللباس)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کا کپڑا چاہو پہنو، تمہارے لئے یہ جائز ہے، لیکن اس میں اسراف نہ ہو، اور اسراف اسی وقت ہوتا ہے جب آدمی اپنی حیثیت سے بڑھ کر نمائش کے لئے کپڑا پہنتا ہے اور جس کے پہننے سے تکبر پیدا ہوتا ہے، اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے۔

❋❋❋

دل خوش کرنے کیلئے قیمتی لباس پہننا

اسراف اور نمائش سے بچتے ہوئے اپنا دل خوش کرنے کے لئے قیمتی لباس پہننا بھی جائز ہے، یعنی ایسا لباس پہننا جس سے جسم کو راحت اور آرام حاصل ہو اور ساتھ ساتھ تھوڑا سا آسائش کا مقصد بھی حاصل ہو، اس میں کوئی حرج نہیں، جائز ہے، مثلاً پتلا لباس پہن لے اس خیال سے کہ جسم کو آرام ملے گا، یا دل کو خوش کرنے کے لئے زیبائش کا لباس پہن لے یا کوئی پسندیدہ قیمتی کپڑا پہن لے، ان سب میں وسعت اور گنجائش ہے اور یہ اسراف میں داخل نہیں ہیں۔

چھٹا اصول

"شلوار، تہبند اور پائجامہ وغیرہ اتنا نیچا نہ پہنیں کہ ٹخنے یا ٹخنوں کا کچھ حصہ اس میں چھپ جائے"

ٹخنے چھپانا مطلقاً جائز نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اپنے کپڑے کو تکبر کے ساتھ نیچے گھسیٹے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے"

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ "مرد کی زیر جامہ کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ حصہ جہنم میں جائے گا" (صحیح بخاری کتاب اللباس)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لئے ٹخنوں سے نیچے شلوار، پائے جامہ، پتلون، تہبند اور لنگی وغیرہ پہننا جائز نہیں گناہ ہے، حدیث کے مطابق اس پر دو وعیدیں ہیں، ایک یہ کہ ٹخنوں سے نیچے جتنا حصہ ہوگا وہ جہنم میں جائے گا اور دوسرے یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا، اس لئے اس گناہ بے لذت سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

تکبر نہ ہو تو ٹخنے چھپانا جائز ہے؟

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے شلوار وغیرہ لٹکانا اس وقت ناجائز ہے جب کہ یہ تکبر کی وجہ سے ہو، اور اگر تکبر نہ ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ جب حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ "ازار کو ٹخنے کے نیچے نہ کرو" اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! میرا ازار بار بار ٹخنے سے نیچے ڈھلک جاتا ہے، میرے لئے اوپر رکھنا مشکل ہوتا ہے، میں کیا کروں؟ تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا ازار جو نیچے ڈھلک جاتا ہے، یہ تکبر کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ تمہارے عذر اور مجبوری کی وجہ سے ڈھلک جاتا ہے، اس لئے تم ان میں داخل نہیں۔ (ابوداود، کتاب اللباس)

اس واقعہ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر تکبر نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جائز ہے۔

فقہاء کرامؒ کا صحیح قول

اس سلسلہ میں دو قسم کی روایات آئی ہیں، ایک وہ جن میں کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا تکبر وغیرہ کی کسی قید کے بغیر بھی ناجائز اور موجب عذاب بتلایا گیا ہے، دوسری قسم کی روایات وہ ہیں جن میں کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے تکبر کے ساتھ لٹکانے کی حرمت آئی ہے، اس لئے بعض فقہاء نے اس مسئلہ میں یوں تفصیل کی ہے کہ اگر تکبر کی وجہ سے نیچے لٹکائے تو مکروہ تحریمی ہے، اور تکبر کے بغیر لٹکائے تو مکروہ تنزیہی ہے۔

لیکن علماء محققین کا صحیح قول یہ ہے کہ تکبر ہو یا نہ ہو ہر حال میں کپڑے ٹخنوں سے نیچے کرنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں تکبر کی وجہ سے ایسا کرے گا تو گناہ زیادہ ہوگا، ورنہ گناہ کم ہوگا، اور اس سے تمام روایات کے درمیان تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ۱۰: ۲۶۳ کتاب اللباس، وامداد الفتاوی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ۴: ۱۱۹)

اور جہاں تک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اجازت ملنے کا تعلق ہے تو اس پر دوسروں کو قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ ان کو جو اجازت دی

گئی تھی وہ ایک مجبوری کی وجہ سے دی گئی تھی وہ مجبوری یہ تھی کہ ان کے جسم کی بناوٹ ایسی تھی کہ ارادہ کے بغیر بھی بار بار ان کا ازار خود بخود نیچے ڈھلک جاتا تھا، اس لئے ان کو بوجہ مجبوری اجازت دی گئی تھی۔

نیز تکبر کا متحقق ہونا ایک امر خفی اور پوشیدہ معاملہ ہے اور اس کا پتہ لگانا کوئی آسان کام نہیں ہے کہ تکبر کہاں ہے اور کہاں نہیں ہے، جب کہ بعض اوقات اس تکبر میں مبتلا شخص کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ تکبر کی حالت میں ہے، اس لئے اس سے بچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ آدمی ٹخنے سے اوپر کپڑا پہنے، اور تکبر کی جڑ ہی ختم کر دی جائے۔

ساتواں اصول

مردوں کیلئے اصلی ریشم کا لباس پہننا حرام ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے مردوں پر سونا اور ریشم کو حرام کیا گیا ہے اور عورتوں کے لئے حلال کیا گیا ہے۔ (جامع ترمذی)

آٹھواں اصول

"لباس صاف ستھرا ہونا چاہئے، اور مردوں کے لئے سفید رنگ کا لباس زیادہ پسندیدہ ہے"۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ

نے فرمایا کہ سفید رنگ کے کپڑے پہنو، اس لئے کہ مردوں کے لئے سب سے اچھے کپڑے سفید رنگ کے ہیں، اور اپنے مردوں کو بھی سفید کفن دو"
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے مردوں کے لئے سفید رنگ کا لباس پسند فرمایا، تاہم دوسرے رنگ کے کپڑے پہننا بھی شرعاً جائز ہے، چنانچہ بعض اوقات حضور اکرم ﷺ سے سفید رنگ کے علاوہ دوسرے رنگ کے لباس پہننا بھی ثابت ہے۔ تاہم زیادہ تر آنحضرت ﷺ سفید کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ لہٰذا جو شخص اتباع کی نیت سے سفید لباس پہنے گا اس کو اتباع سنت کا ثواب ملے گا۔

نواں اصول

"خالص سرخ لباس پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں"

خالص سرخ لباس پہننا مرد کے لئے جائز نہیں، اسی طرح ایسے کپڑے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص سمجھے جاتے ہیں، ایسے کپڑے پہننا بھی مردوں کے لئے جائز نہیں، کیونکہ اس میں عورتوں کے ساتھ تشبہ ہو جائے گا اور یہ تشبہ بھی ناجائز ہے۔

سرخ دھاری دار لباس پہننا جائز ہے

خالص سرخ لباس پہننا تو مرد کے لئے جائز نہیں لیکن کسی اور رنگ کی

آمیزش ہو تو وہ جائز ہے اسی طرح سرخ رنگ کے دھاری دار کپڑے پہننا بھی مردوں کے لئے جائز ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ سے سرخ دھاری دار جوڑے اور چادریں پہننا ثابت ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب اللباس)

دسواں اصول

"مرد زنانہ لباس نہ پہنیں۔ اور عورتیں مردانہ لباس نہ پہنیں"۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت کی جو عورت کا لباس پہنے اور ایسی عورت پر لعنت کی جو مرد کا لباس پہنے۔ (ابوداؤد شریف کتاب اللباس)

لہٰذا مردوں کو اپنی وضع مردانہ میں رہنا چاہئے، اور عورت کو اپنی وضع زنانہ میں رہنا چاہئے۔ مردوں کا لباس اور شکل وصورت میں زنانہ پن اختیار کرنا اور عورتوں کا مردانہ چال ڈھال اختیار کرنا جائز نہیں، باعث لعنت ہے، اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

لباس کے متفرق مسائل

لباس کے متعلق یہاں تک دس بنیادی اصول تشریح وتوضیح کے ساتھ بیان ہو گئے ہیں، اب ان بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے، لباس کے متفرق ضروری مسائل، اور مروجہ مختلف لباسوں کے بارے میں شرعی احکام تفصیل کے ساتھ ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

لباس مسنون

مسنون لباس کسے کہا جاتا ہے؟ اس کو ذرا تفصیل سے لکھنا چاہتا ہوں، تاکہ یہ اچھی طرح واضح ہو جائے اور کوئی شبہ اس میں باقی نہ رہے۔ مسنون لباس کونسا ہے؟ اور کس لباس کو مسنون لباس کہا جائے گا، اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ "سنت" کسے کہتے ہیں؟

سنت کی تعریف

فقہاء کرامؒ نے سنت کی مشہور تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے:

الطريقة المسلوكة فی الدين من غير وجوب ولا افتراض، ومعنى الطريقة المسلوكة: ماواظب عليه النبی ﷺ ولم يترك الا نادراً، أو واظب عليه الصحابة ؓ كذلك، كصلاة التراويح، فان تعلقت بتركها كراهة واساءة، فهی سنة الهدی، وتسمی سنة مؤكدة ايضا، كالاذان والجماعة، وسنن الرواتب، كسنة الفجر والظهر والمغرب...... وان لم يتعلق بتركه كراهة او اساءة، تسمی سنن الزوائد والغير المؤكدة، فتارك المؤكدة يعاتب، وتارك الزوائد لا يعاتب"۔

(رد المحتار ۱:۱۰۴، وكشاف اصطلاح الفنون، والتعريفات للزمخشری، والتعريفات الاصطلاحی، والقاموس الفقہی، مادۃ: السنۃ)

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ "سنت" کہا جاتا ہے کہ فرض و واجب کے سوا وہ طریقہ جو دین میں رائج ہو، اور اس پر آپ ﷺ نے یا آپ کے بعد خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو۔

سنت کی اقسام

سنت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم وہ ہے جسے آپ ﷺ نے عبادت کے طور پر کیا ہو، اس کو "سنت موکدہ" یا "سنت ہدی" کہا جاتا ہے، جیسے نماز باجماعت، اذان، اقامت، فجر، ظہر، مغرب وعشاء کی سنن رواتب، اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو کرنے کی تاکید آئی ہے، اور اس کا چھوڑنا گمراہی اور قابل ملامت ہے۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جسے آپ ﷺ نے عبادت کے طور پر نہ کیا ہو، بلکہ اپنی عادت مبارکہ کے طور پر وہ آپ سے صادر ہوئی ہو، وہ "سنت عادیہ" ہے، اور اسے "سنت زائدہ" بھی کہا جاتا ہے. جیسے اونٹ پر سواری کرنا، تہبند باندھنا، منقش یمنی شال استعمال کرنے کے لئے پسند کرنا، مخصوص وضع کا لباس پہننا، مخصوص انداز سے بیٹھنا، عمامہ باندھنا، وغیرہ وغیرہ، یہ سب چیزیں، سنت عادیہ میں سے ہیں، جیسے شرعی اصطلاح میں "سنت زائدہ" بھی کہا جاتا ہے، اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ان چیزوں میں آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی مقصد ہو تو اس کے کرنے میں ثواب ہے، اور اگر ان چیزوں میں اتباع کی نیت نہ ہو، تو یہ اعمال فی نفسہ مباح کے درجہ میں ہیں، اور بلا نیت اتباع سنت (مستحب) کا ثواب نہیں ملے گا، اور نہ کرنے والے پر کوئی ملامت بھی نہیں۔

سنت کی تعریف اور اس کی اقسام واضح ہو جانے کے بعد، اب یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ کا لباس کیسا تھا، تاکہ لباس مسنون کے تعین میں آسانی ہو سکے۔

آپ ﷺ کا لباس کیسا تھا؟

جب، کرتا، قمیص، عمامہ، ٹوپی اور لنگی پہننا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ اور شلوار کا خریدنا بھی احادیث سے ثابت ہے، بعض روایات میں پہننا بھی مذکور ہے، (نشر الطیب)

تاہم قمیص آپ ﷺ کو بہت پسند تھی، اور آپ ﷺ جو قمیض مبارک زیب تن فرماتے تھے، اس کے چند اوصاف درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا پیرہن مبارک سوتی اور تنگ دامن و آستین والا ہوتا تھا، اور آپ کی قمیص مبارک میں گھنڈیاں لگی ہوتی تھیں، اور قمیص مبارک میں سینہ کے مقام پر گریبان تھا، اور یہی قمیص کی سنت ہے۔ (مدارج النبوۃ)

(۲) ملا علی قاریؒ نے دمیاطی سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کا کرتہ (قمیص) سوت کا بنا ہوا تھا، جو زیادہ لمبا بھی نہ تھا اور اس کی آستین بھی زیادہ لمبی نہ تھی، مناوی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ کا کرتہ (قمیص) ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا، علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ پنڈلی تک ہوتا

تھا (شمائل ترمذی)

(۳) حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کی قمیص کی آستین ہاتھ کے گٹے تک ہوتی تھی (شمائل ترمذی)

(۴) حضور اکرم ﷺ کی قمیص کی آستین نہ اتنی تنگ تھی نہ اتنی کشادہ تھی، بلکہ درمیانی تھی، اور آستین ہاتھ کے گٹے تک ہوتی تھی، اور چوغہ وغیرہ پنجے تک، مگر انگلیوں سے متجاوز نہ ہوتا تھا۔

(۵) حضور ﷺ کی قمیص کا گریبان سینہ پر ہوتا تھا، کبھی آپ اپنی قمیص کا گریبان کھول لیا کرتے تھے، اور سینہ اطہر صاف نظر آتا تھا، اور اسی حالت میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

لہٰذا حضور اکرم ﷺ کی جیسی اور جس وضع کی قمیص تھی ویسی ہی وضع کی قمیص اتباع کی نیت سے پہننا موجب ثواب ہے، اور چونکہ یہ سنت عادیہ میں سے ہے، اس لئے اتباع کی نیت کے بغیر پہننے سے ثواب نہیں ملے گا، اور نہ پہننے پر کوئی کراہت وملامت بھی نہیں۔ (رد المحتار ۱: ۱۰۳)

شرعی لباس

قرآن وحدیث کی رو سے شرعی لباس کے جو بنیادی اصول اوپر بیان کئے گئے ہیں، ان کی رعایت کرتے ہوئے جو بھی لباس اختیار کیا جائے گا وہ شرعی لباس ہوگا، اور حضور اکرم ﷺ کے طرز پر ہوگا، اس لئے اس لباس

کو بھی "لباس مسنون" کہا جائے گا، اور اس کے پہننے سے سنت کا ثواب ملے گا۔

لباس شرعی کے بیان کے سلسلے میں حکیم الامت حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

"حضور ﷺ کے طرز پر ہونے کے یہ معنی نہیں کہ بالکل ویسا ہی لباس ہو جو حضور ﷺ کا تھا، بلکہ جس لباس کی حضور ﷺ سے اجازت ہو، وہ بھی حضور ہی کا طرز ہے، اور جو اس پر ہو وہ بھی حضور ﷺ ہی کے طرز پر ہے" (تسہیل المواعظ، وعظ نمبر ۱۳ ص ۳۰۵)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

"لباس مسنون یعنی آنحضرت ﷺ کا لباس ہمیشہ کے لئے کوئی مقرر نہ تھا، بلکہ مختلف حالات، صیف و شتا اور سفر و حضر اور دیگر طبعی اقتضاءات کی وجہ سے مختلف اقسام اور الوان منقول ہیں، لباس سادہ ہو، زیادہ تکلف نہ ہو، وضع ایسی ہو کہ جو مسلمانوں کے امتیاز قومی کو باقی رکھے، دوسرے اہل مذاہب کی وضع نہ ہو جیسا کہ کتب حدیث و شمائل کے تتبع سے ثابت ہے، ان امور مذکورہ کی رعایت رکھتے ہوئے، پھر عام طرز عمل آنحضرت ﷺ کا یہ تھا کہ لباس کی فکر میں نہ رہتے تھے، وقت پر جیسا کہ میسر ہو گیا خواہ عمدہ یا معمولی اسی کو استعمال فرمالیا" (امداد المفتیین عن زاد المعاد)

پینٹ شرٹ پہننا

پینٹ شرٹ پہننے کا رواج اور شیوع دنیا بھر میں اتنا زیادہ عام ہو گیا ہے کہ اب اس میں تشبہ (جو کہ شرعاً ممنوع ہے) کی شان مغلوب ہو گئی ہے، اس لئے اس کا پہننا حرام تو نہیں ہے، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ پینٹ شرٹ صالحین کا لباس نہیں ہے بلکہ کافروں کا چلایا ہوا لباس ہے اور اس کے پہننے سے انگریزوں کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت ہو جاتی ہے اس لئے پینٹ شرٹ کا پہننا ناپسندیدہ ہے، حتی الامکان اس لباس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

طلباء اور ملازمین کیلئے پینٹ شرٹ کی پابندی

بعض تعلیمی ادارے اور سرکاری دفاتر میں، طلباء اور ملازمین کیلئے پینٹ شرٹ کو یونیفارم کے طور پر اپنانے کی پابندی ہے، اور یہ طریقہ شرعاً درست نہیں، تعلیمی ادارے اور دفاتر کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ وہ یہ ضابطہ ہرگز نہ بنائیں، طلباء اور ملازمین کو اس ناپسندیدہ لباس کے پہننے پر مجبور نہ کریں بلکہ شلوار قمیض جو قومی لباس ہے اور اسلامی اعتبار سے بھی یہ لباس صحیح ہے اس کو اپنانا چاہئے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کسی کو تعلیم یا ملازمت وغیرہ کی مجبوری کی وجہ سے اس کو پہننا پڑے اور دل میں اس کو اچھا نہ جانے تو اس وقت بوجۂ مجبوری اس کے پہننے کی گنجائش ہے۔

واضح رہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ پینٹ ڈھیلی ڈھالی ہو، اگر وہ پینٹ اتنی چست ہو کہ مخصوص اعضا کی ساخت نمایاں ہوتی ہو یا پینٹ کے پائنچے ٹخنوں سے نیچے لٹکے ہوئے ہوں جیسا کہ عام رواج ہے تو پھر اس کا پہننا ناجائز ہے۔

ٹائی پہننے کا حکم

پینٹ شرٹ کی طرح ٹائی بھی غیر مسلموں کے لباس کا حصہ ہے، بلکہ ٹائی میں، پینٹ شرٹ کی خرابیوں کے علاوہ ایک خرابی یہ بھی ہے کہ عرف عام میں یہ بات مشہور ہے کہ ٹائی صلیبیت کی علامت ہے اگر یہ بات واقعۃً ثابت ہو جائے (اگرچہ اس کا اب تک کوئی واضح ثبوت نہیں ملا کہ یہ صلیب کا نشان ہے) تو ایسی صورت میں ٹائی پہننا بالکل ناجائز ہوگا، لہٰذا ٹائی کا پہننا بہت ناپسندیدہ ہے حتی الامکان اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

پینٹ، شرٹ اور ٹائی میں نماز کا حکم

اس لباس میں نماز پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ اگر پینٹ اتنی چست ہو کہ مخصوص اعضاء کی ساخت نمایاں ہوتی ہو یا پینٹ کے پائنچے ٹخنوں سے نیچے لٹکے ہوئے ہوں جیسا کہ عام رواج ہے تو اس میں نماز ہو جاتی ہے لیکن مکروہ ہوتی ہے، اس کراہت کی وجہ سے نماز کا اعادہ ضروری نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ

کے حضور توبہ واستغفار کرتے رہیں، اور اگر پینٹ ٹخنوں سے اوپر ہو اور خوب ڈھیلی ڈھالی ہو تو اس میں نماز مکروہ نہیں ہے۔ اور ٹائی پہن کر نماز پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے۔

ملازم کیلئے پتلون شرٹ اور سفاری سوٹ کی پابندی

بعض ادارے ایسے ہوتے ہیں جہاں ملازم کو دوران ملازمت انگریزی لباس شرٹ پتلون اور سفاری سوٹ استعمال کرنے پر پابند کیا جاتا ہے اور ملازمین قانونی طور پر اس ناپسندیدہ لباس کو پہننے پر مجبور ہوتے ہیں، اور شرعاً کسی بھی ادارہ کے لئے ایسا قانون بنانا اور ملازمین کو یہ ناپسندیدہ لباس پہننے پر مجبور کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ لباس یہود ونصاریٰ کا چلایا ہوا لباس ہے صالحین اور نیک لوگوں کا لباس نہیں، اسے پہننے سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ مسلمان بھی ہے یا نہیں، خصوصاً جبکہ ڈاڑھی بھی منڈھی ہوئی ہو، اس لئے ایسے لباس پہننے پر مجبور کرنا جائز نہیں، جناب رسول اکرم ﷺ نے واضح طور پر، غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے: "من تشبہ بقوم فھو منھم" یعنی "جو شخص کسی قوم کے ساتھ تشبہ اختیار کرے تو وہ انہیں میں سے ہے" گویا کہ وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے، بلکہ اسی قوم کا ایک فرد ہے، لہٰذا اس کا حشر بھی انہیں کے ساتھ ہوگا۔

البتہ قمیض، کرتا، شلوار، پائجامہ اسلامی لباس کے مطابق ہے، حضور اکرم ﷺ کرتا پہنا کرتے تھے اور پائجامہ خریدنا ثابت ہے، بعض روایتوں میں پہننا بھی آیا ہے (زاد المعاد) اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ یہود و نصاری کے طور طریقے کو چھوڑ کر اسلام کے اصولوں کے مطابق لباس اپنائیں، حضرت فاروق اعظمؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "ایاکم والتنعم وزی اهل الشرك" (البدائع) یعنی عیش و عشرت اور اہل شرک کے لباس سے بچو۔

نیز لباس انسان کے لئے ایک قسم کی ظاہری شناخت کا ذریعہ بھی ہے، جس سے ہر قوم اپنی شناخت کراتی ہے، اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مسلمان، اسلامی لباس پہن کر اپنا تشخص مسلمان ہونا ظاہر کریں، اس کے برخلاف اسلامی لباس چھوڑ کر غیروں کے لباس، شرٹ پینٹ سے اپنے آپ کو متعارف کرانا غیرت و حمیت کے بھی خلاف ہے اور اس سے بظاہر انگریزوں سے الفت و محبت کی علامت معلوم ہوتی ہے، جس سے منع کیا گیا ہے، بہر حال شرٹ، پتلون اور سفاری سوٹ وغیرہ کو لازم کرنے کا قانون بنانا اور مسلمانوں کو اس کے پہننے پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔

کرتا اور گول دامن قمیص پہننا

پوری آستین والی ڈھیلی ڈھالی گول دامن قمیص یا بغیر گول دامن کرتا

پہننا بلاشبہ جائز ہے، البتہ جو قمیص آدھی آستین والی ہو اور چست بھی ہو جس میں ناف کے نیچے پیٹ و پیٹھ کی شناخت ظاہر ہو اس کو نہ پہننا چاہئے۔

کالر اور کف والی قمیض پہننا

کالر والی قمیص پہننا حرام نہیں البتہ علماء و صلحاء کا لباس بھی نہیں، اس لئے ایسے کالر سے بچنا چاہئے، اور شیروانی کالر بلاشبہ جائز ہے، اور کف والی قمیص پہننا بھی بلاشبہ جائز ہے۔

مردوں کیلئے ریشمی کپڑے پہننا

احادیث مبارکہ میں مردوں کے لئے جس ریشم کے کپڑے کو پہننے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد کیڑوں سے نکلنے والا ریشم ہے، کیونکہ حقیقۃً ریشم کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے اور مردوں کے لئے ایسے ریشمی کپڑے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے، سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حریر (ریشم) کے لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔

(مشکوۃ ص ۳۷۴)

مصنوعی ریشمی کپڑے پہننا

اصلی ریشم کے علاوہ آج کل کیمیاوی ذریعہ سے جو ریشم تیار کیا جاتا ہے

جسے مصنوعی ریشم کہا جاتا ہے اور اسے بوسکی، سلک رائو سلک یا اس جیسے ناموں سے جو کپڑے بن رہے ہیں مردوں کیلئے ان کے استعمال میں یہ تفصیل ہے کہ اگر ان میں مصنوعی ریشم استعمال ہو رہا ہے تو ایسا ریشم خواہ کپڑے کے تانا اور بانا دونوں میں استعمال ہو تو اس کپڑے کا استعمال مردوں کے لئے بلاشبہ جائز ہے، اور اگر اس میں اصل ریشم بھی استعمال ہوتا ہو، تو اگر صرف تانا میں ہو تو اس کے پہننے کی بھی گنجائش ہے، اور اگر اصلی ریشم تانا اور بانا دونوں میں یا صرف بانے میں استعمال ہو تو اس کا استعمال مردوں کیلئے جائز نہیں حرام ہے۔ (ردالمحتار ۶: ۳۵۶)

جمعہ اور عید کیلئے عمدہ کپڑے پہننا افضل ہے

نماز جمعہ اسی طرح دونوں عید کی نمازوں کیلئے اپنی استطاعت کے مطابق عمدہ کپڑے پہننا افضل ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ سے جمعہ اور عیدین کیلئے عمدہ کپڑے پہننا ثابت ہے۔ (اعلاء السنن ۸: ۱۱۱، وزاد المعاد ۱: ۱۲۳)

کسی سے ملنے یا باہر جاتے وقت عمدہ کپڑے پہننا

اسی طرح کسی شخص یا وفود سے ملاقات کیلئے جاتے وقت یا کسی مجمع اور تقریب میں جاتے ہوئے اپنی استطاعت کے مطابق عمدہ کپڑے پہننا جائز بلکہ بہتر ہے، کیونکہ ایسے موقعوں پر عمدہ کپڑے پہننا آپ ﷺ سے ثابت

ہے، اور پھر جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عمدہ کپڑے پہننے کی استطاعت عطا فرمائی ہے تو اس نعمت کا اظہار بھی ہونا چاہیے، لیکن شرط یہ ہے کہ ان کو پہن کر دل میں فخر و تکبر نہ آئے۔ (ردالمحتار ۶: ۳۵۱ و فتاویٰ ہندیہ ۵: ۳۳۳)

تہبند باندھنا

تہبند باندھنا آنحضرت ﷺ کی عادت طیبہ تھی، لہٰذا تہبند باندھنا آپ کی عادیہ سنت ہے، اگر کوئی شخص اتباع سنت کی نیت سے تہبند باندھے تو بلاشبہ موجب ثواب ہے، اور اگر کوئی نہ باندھے، یا اس کے ہاں عرف ورواج نہ ہونے کی وجہ سے تہبند نہ باندھا جائے تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ (ماخذہ ردالمحتار ج ۱ ص ۷۶)

کندھے پر رومال رکھنا

بعض علماء یا دیگر لوگ کندھے پر رومال رکھتے ہیں، اسی طرح رومال کو سر پر اوڑھتے بھی ہیں، تو اس بارے میں یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ کسی حدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا، اس لئے اس طرح رومال رکھنا سنت نہیں ہے، البتہ اگر حالت نماز میں نہ ہو، اور عام حالات میں بھی فساق وفجار کے طریقہ پر نہ ہو بلکہ علماء وصلحاء کے طریقہ پر ہو تو کندھے پر رومال رکھنا یا سر پر رومال ڈالنا جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔

سونے کا بٹن استعمال کرنا

مردوں کے لئے خالص سونے کا بٹن استعمال کرنا جائز نہیں، کیونکہ حدیث شریف میں، مردوں کیلئے خالص سونے کا استعمال حرام ہونے کی صراحت موجود ہے، اسی طرح حضرات فقہاء کرامؒ نے بھی اس کے ناجائز ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

(ملاحظہ ہو / ردالمحتار ۶:۳۵۸، وامداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۲۹)

بٹن کھلا رکھنا جائز ہے

اصل طریقہ تو یہی ہے کہ کرتہ اور قمیص وغیرہ کا بٹن بند رکھا جائے تاہم گرمی یا کسی اور وجہ سے کبھی کبھار کھلا رکھے تو یہ بھی درست ہے، کیونکہ کبھی کبھار قمیص کا بٹن کھلا رکھنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔

(شمائل ترمذی، وفتاوی رشیدیہ ص ۳۸۰)

گریبان ایک طرف رکھنا

گریبان گلے کے نیچے سینہ کے درمیان میں رکھنا چاہئے جیسا کہ عام طور پر رکھا جاتا ہے، اس سے ہٹ کر سینہ کے ایک طرف رکھنا جیسا کہ بعض لوگ اس طرح رکھتے ہیں، یہ خلاف سنت ہے۔

(ملاحظہ ہو المنتخب فی الفتاویٰ ۱:۲۵۱)

ٹوپی اسلامی لباس کا شعار ہے

عمامہ جسے اردو میں پگڑی، اور قلنسوۃ جسے اردو میں ٹوپی کہتے ہیں، یہ دونوں قسم کے لباس خود آنحضرت ﷺ سے پہننا ثابت ہیں، اور صحابہ کرامؓ نے بھی دونوں کا استعمال فرمایا ہے، ان حضرات سے لیکر آج تک ہر زمانے میں علماء کرام اور صلحاء امت کا اسی پر عمل رہا ہے، جس پر بے شمار دلائل احادیث اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں، لہٰذا عمامہ باندھنا اور ٹوپی پہننا مسنون ہے، البتہ یہ سنت زائدہ ہے، جس کا درجہ مستحب کا ہے، اور یہ لباس کی سنت ہے۔

ننگے سر رہنا پسندیدہ نہیں

نماز کے علاوہ عام حالات میں بھی، عمامہ یا ٹوپی پہننا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا معمول تھا، اور آج تک دیندار مسلمانوں میں یہ طریقہ چلا آرہا ہے، اسی لئے سر پر ٹوپی یا عمامہ استعمال کرنا اسلامی لباس کا شعار ہے، اور یہی اسلامی تہذیب ہے، اس کے برخلاف عام حالات میں ننگے سر رہنا ناپسندیدہ اور خلاف ادب ہے، اور یہ انگریزوں کی تہذیب ہے، جو اسلامی تہذیب کے بالکل خلاف ہے، لہٰذا فساق اور مغربی تہذیب کی نقالی اور انگریزی تہذیب کو چھوڑ کر اسلامی تہذیب کو اختیار کرنا چاہئے۔ (احادیث کیلئے

ملاحظہ ہو کنز العمال و مصنف ابن ابی شیبہ)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں:

"سر اور بدن کا وہ حصہ جو ستر میں داخل نہیں ہے، اس بارے میں باشرع اور باتہذیب نیک لوگوں کا معمول اور ان کی عادت یہ ہے کہ وہ اس کو چھپائے رکھتے ہیں، اس لئے سر کو یا بدن کے ایسے حصے کو لوگوں کے سامنے کھولنا مکروہ ہے"

(غنیۃ الطالبین ۱: ۱۳)

اور علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ:

"عقلمند پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ لوگوں کے سامنے سر کھلا رکھنا ناپسندیدہ ہے جسے بری نظر سے دیکھا جاتا ہے، اور یہ ادب، مروت اور شریفانہ تہذیب کے خلاف ہے، شریعت میں صرف احرام حج میں سر کھلا رکھنے کا حکم ہے، جس کا مقصد تعبد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی نیازمندی اور اپنی بندگی کا اظہار" (فتاوی رحیمیہ ۳: ۲۲۴، و فتاوی رشیدیہ)

ٹوپی کے بغیر نماز پڑھنا

ٹوپی اور پگڑی کے استعمال میں نماز اور خارج نماز کا کوئی فرق نہیں ہے، دونوں جگہ حکم برابر ہے، البتہ نماز ایک نہایت باعظمت فریضہ ہے،

نماز کے لئے لباس میں زینت اور تجمل اختیار کرنے کے بارے میں کتب حدیث اور فقہ میں بہت سی ترغیب وارد ہوئی ہے، حضرات مفسرینؒ اور فقہاء کرامؒ نے نماز کے لئے تزین اور تجمل کو مستحب لکھا ہے، اور سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کو افضل فرمایا ہے، تاہم اگر کوئی شخص کبھی اتفاق سے بغیر ٹوپی نماز پڑھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت بنانا مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر (نعوذ باللہ) نماز کی توہین کرنے کے ارادہ سے ٹوپی اتار کر نماز پڑھتا ہے تو یہ کفر ہے، آج کل جو لوگ ننگے سر رہتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھتے ہیں ان کا یہ فعل بلاشبہ مکروہ تنزیہی اور اسلامی شعار کے خلاف ہے، جس سے ان کو بچنا چاہئے۔(ردالمحتار ج ا ص ۶۴۱)

علامہ محمد زاہد کوثریؒ نے لکھا ہے کہ بغیر عذر ننگے سر نماز پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ ننگے سر نماز پڑھنا نصاریٰ کی عادت ہے، (مقالات کوثری ص ۱۷۲) جب کہ نصاریٰ کے تشبہ سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ احادیث میں غیر مسلموں کے ساتھ تشبہ اختیار کرنے سے سخت ممانعت وارد ہوئی ہے، (ترمذی ۲:۹) اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ ستر راس کا حکم اگرچہ فی نفسہ مستحب کا درجہ رکھتا ہے، لیکن سر کھلا رکھنے کی صورت میں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ کا اندیشہ ہے، اس لحاظ سے ستر راس کا معاملہ نسبتاً زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

بہر حال نماز ہو یا خارج نماز ہو، سترِ راس کا حکم صحیح احادیث سے ثابت ہے اور یہ اسلامی لباس کا شعار ہے، حضور ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین عظام، اور پوری امت کے علماء و صلحاء کا عمل اس کے مطابق چلتا آرہا ہے، لہٰذا ٹوپی یا عمامہ پہننے کو اپنے لئے باعث عار سمجھنے کے بجائے اس کے پہننے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

پلاسٹک یا چٹائی کی ٹوپی کا حکم

نماز ایک باعظمت فریضہ ہے اس کو بڑے اہتمام کے ساتھ پاک صاف لباس پہن کر اور صاف ستھری ٹوپی سے سر ڈھک کر ادا کرنا چاہئے، ایسے خراب یا گھٹیا درجہ کے یا میلے کچیلے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، جنہیں پہن کر آدمی بڑوں سے ملنے کے لئے جانے میں عار محسوس کرے، لہٰذا ہر نمازی کو چاہئے کہ وہ اپنے ساتھ صاف ستھری ٹوپی رکھے، اور نماز میں اس کو استعمال کرے، پلاسٹک یا چٹائی کی ٹوپی استعمال نہ کرے، کیونکہ ایسی ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے، مسجد کی انتظامیہ کو بھی چاہئے کہ وہ پلاسٹک یا چٹائی کی ٹوپیاں مسجد میں نہ رکھے، اور نہ ایسی ٹوپیاں رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرے، اور اگر رکھنا بھی چاہے تو کپڑوں کی صاف ستھری ٹوپیاں رکھی جائیں، اور انتظام و سلیقے کے ساتھ رکھی جائیں، اور جب کبھی اتفاق سے کسی نمازی کے پاس اپنی ٹوپی نہ ہو اور سر ڈھکنے کے لئے اس کے پاس

کوئی بزار رومال وغیرہ بھی نہ ہو، تو ایسی مجبوری کے وقت ننگے سر نماز پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ مسجد میں موجود ٹوپی پہن کر نماز پڑھ لے، لیکن اس کی عادت نہیں بنانی چاہئے۔ (ردالمحتار ۱: ۴۳)

ٹوپی کی کونسی قسم سنت ہے؟

حدیث شریف کے الفاظ کے مطابق ٹوپی مدور۔ گول۔ ہونی چاہئے، اور بعض روایات سے، حضور ﷺ کے پاس تین طرح کی ٹوپیاں ہونا ثابت ہیں، ایک قسم وہ تھی جو سر کے ساتھ چپکی ہوئی تھی، دوسری قسم وہ تھی جو سر سے کسی قدر اونچی ہوتی تھی، جب کہ تیسری قسم کی ٹوپی مذکورہ دونوں قسم کی ٹوپیوں سے نسبتاً زیادہ بڑی اور کشادہ ہوتی تھی کہ کان بھی اس سے ڈھک جاتے تھے۔ (کتاب الوسیلۃ للموصلی ۶: ۱۱۶) لہٰذا اس طرح کی ہر قسم کی ٹوپی پہننا بلا شبہ درست ہے، اور ہمارے یہاں جو ٹوپیاں مروج ہیں، ان سب سے سنت ادا ہو جاتی ہے۔

قراقلی کی ٹوپی پہننا جائز ہے

قراقلی کی ٹوپی کی جتنی اقسام ہمارے یہاں رائج ہیں، ان سب کا استعمال جائز ہے، اور ان سے ٹوپی پہننے کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔

قراقلی کی ٹوپی بنانے کے سلسلے میں اس بات کی وضاحت ضروری

ہے، کہ کسی حلال یا حرام جانور کو حلال طریقے سے ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت، کھال اور اس کے جسم کے دیگر سارے اجزاء پاک ہو جاتے ہیں، اور اگر اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلا تو وہ بھی پاک سمجھا جائے گا، اور اگر زندہ بچہ نکلا تو شرعی طریقے سے ذبح کرنے کے بعد وہ بھی پاک ہو جائے گا، ان تمام صورتوں میں اس جانور یا اس کے بچے کی کھال سے قراقلی کی ٹوپی بنانا جائز ہے، اور مردہ جانور کی کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے، اور اس سے بھی قراقلی کی ٹوپی بنانا جائز ہے، البتہ زندہ جانور (مثلاً بھیڑ وغیرہ) کو ذبح کئے بغیر کسی ایسے طریقے سے اس کا پیٹ چاک کرنا جس سے اس کو تکلیف ہو یا وہ مر جائے، یا اس کو اور کسی طرح کی اذیت پہنچانا تا کہ اس کے پیٹ کا بچہ نکال کر اس کی کھال استعمال میں لائی جائے یہ ہرگز جائز نہیں، بہت بڑا گناہ ہے، جو ایسا کرے گا وہ سخت گناہ گار ہوگا، اس لئے اس سے پرہیز کرنا لازم ہے، البتہ بھیڑ کو ذبح کرنے کے بعد پیٹ چاک کرنا یا ذبح کئے بغیر کسی ایسے طریقہ سے پیٹ چاک کرنا کہ بھیڑ کو تکلیف محسوس ہی نہ ہو، اس میں گناہ نہیں، اور اس کی کھال سے ٹوپی بنانا اور استعمال کرنا درست ہے۔

اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اس میں بھیڑ کی نسل کشی ہے یا بھیڑ سے انتفاع کا جو ایک عام طریقہ کھانے کا ہے اس کی مخالفت ہے، ان کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ ٹوپی بنانا یا اور کوئی لباس بنانا یہ بھی بذات خود ایک

قسم کا اتفاع ہے۔ (فتاوی ہندیہ ۵: ۳۳۳)

عمامہ لباس کی سنت ہے

عمامہ باندھنا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے، اس لئے عمامہ باندھنا مسنون ہے، البتہ یہ سنت زائدہ ہے، جس کا درجہ مستحب کا ہے، اور یہ لباس کی سنت ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص اتباع سنت کی نیت سے عمامہ باندھے تو بلاشبہ موجب ثواب ہے، اور اگر کوئی نہ باندھے تو کوئی گناہ بھی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے عمامہ باندھنے پر مواظبت (دائمی طور پر) ثابت نہیں ہے، چنانچہ صاحب "زاد المعاد" فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی استعمال فرمائی، اور کبھی بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ استعمال فرمایا، اور کبھی خود یعنی جنگی ٹوپی استعمال فرمائی، الغرض جس موقع پر جو مناسب سمجھا گیا وہی استعمال فرمایا۔ (ملاحظہ ہو زاد المعاد ج ۱ ص ۳۶ و تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۱۹۰)

عمامہ باندھنے کا صحیح طریقہ

عمامہ یعنی پگڑی باندھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کو سر پر گول پیچ دار باندھے، اور پورے سر کو اس سے ڈھانپے، صرف سر کے ارد گرد عمامہ لپیٹنا اور سر کے درمیان کو ننگا چھوڑنا مکروہ ہے، البتہ ٹوپی کے اوپر پگڑی باندھنے کی صورت میں سر کے درمیان کا پگڑی سے ڈھانپنا ضروری نہیں اور

نہ ہی اس میں کوئی کراہت ہے۔

بغیر ٹوپی عمامہ باندھنا

بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنا بھی جائز ہے، البتہ ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھنا افضل ہے۔

محراب بنا کر عمامہ باندھنا

عمامہ باندھنے میں سامنے پیشانی پر محراب بنانے کا ذکر کسی معتبر کتاب میں نہیں ملتا، البتہ علماء وصلحاء کو پیشانی پر محراب بناتے دیکھا ہے، لہٰذا محراب بنا کر عمامہ باندھنا سنت تو نہیں ہے لیکن اگر بنالی جائے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔

عمامہ کے کپڑے کی مقدار

صحیح روایات سے عمامہ کی کوئی خاص مقدار متعین ہونا ثابت نہیں ہے اس لئے ہر شخص اپنی حیثیت سے جتنا مناسب سمجھے عمامہ باندھ سکتا ہے البتہ نہ زیادہ لمبا ہونا چاہئے اور نہ ہی بہت چھوٹا بلکہ درمیانہ عمامہ ہونا چاہئے۔

وفی اللباس والزینة فی الشریعة الإسلامیة: المطلب الثانی: قدر العمامة لقد کانت عمامة رسول الله ﷺ وسطا لا کبیرة ولا صغیرة، وأنه لم یثبت فی طولها وعرضها شیء، فینبغی التوسط فیها اقتداء بالنبی ﷺ.

وقال القسطلانی فی المواهب اللدنية: لم تكن عمامته ﷺ بالكبيرة التى تؤذى حاملها، ولا بالصغيرة التى تقصر عن وقاية الراس من الحر والبرد، بل وسطا بين ذلك...... وقال السيوطى فی (الحاوی فی الفتاوی) وأما مقدار العمامة الشريفة فلم يثبت فی حديث وقد روى البيهقی فی شعب الايمان .... سالت ابن عمر كيف كان النبی ﷺ يعتم؟ قال: كان يريد العمامة على رأسه ويقورها من ورائه، ويرسل ذوائبه بين كتفيه، وهذا يدل على أنها عدة أذرع، وذكر عن النووى أن النبی ﷺ كان له عمامة قصيرة ستة أذرع، وعمامة طويلة اثنا عشر ذراعاً.

وقال الحافظ فی فتاويه: لا يحضرنی فی طول عمامة النبی ﷺ قدر محدود، وقد سئل عنه الحافظ عبد الغنی النابلسی، فلم يذكر شيئا، قال ابن حجر المكی: لم يتحدد فی طولها وعرضها شیء.

وأما ما ذكره الطبرانی من أن طولها سبعة أذرع، وما جاء عن عائشة رضی الله عنها أنها سبعة فی عرض ذراع، وأنها كانت فی السفر بيضاء، وفی الحضر سوداء من صوف، وأن عذبتها فی السفر من غيرها، وفی الحضر منها (لا أصل له) وفی تصحيح المصابيح لابن الجزری تتبعت الكتب لأقف على قدر عمامة النبی ﷺ فلم أقف على شیء.

ومن هنا يتبين لنا أنه لم يثبت في قدر عمامته ﷺ حديث يصح الاعتماد عليه (ص ۲۶۱).

رومال سے عمامہ کی سنت ادا ہو جائیگی

اوپر کے مسئلہ میں ذکر کردہ تفصیل کی رو سے چونکہ عمامہ کی سنت ادا ہونے کیلئے کپڑے کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے لہٰذا ناچیز کے خیال میں رومال سے عمامہ باندھنے سے بھی عمامہ کی سنت ادا ہو جائیگی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

عمامہ میں شملہ کی مقدار

پگڑی کا شملہ کم سے کم چار انگلی کے برابر اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ تک ہونا چاہئے، اور شملہ کا اتنا لمبا ہونا کہ بیٹھنے کی حالت میں کمر سے متجاوز ہو درست نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری شرح البخاری ج۲۱ ص ۳۰۷، فتاوی عالمگیریہ ۵: ۳۳)

شملہ کس جانب رکھا جائے

آنحضرت ﷺ سے شملہ کے مختلف طریقے ثابت ہیں، اور حضرات فقہاء کرامؒ نے لکھا ہے کہ پگڑی کا شملہ پیٹھ کی جانب دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑنا افضل اور مستحب ہے، اور دائیں طرف رکھنا بھی جائز ہے، البتہ بائیں طرف رکھے، اور نہ رکھنے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے جائز

کہا ہے اور بعض نے ناجائز اور بدعت کہا ہے، (الوفاء لابن الجوزی ص ۵۶۷، وضیاء القلوب ص ۱۵۳) تاہم اگر کوئی اپنی عادت یا سہولت کی وجہ سے سنت سمجھے بغیر شملہ بائیں جانب چھوڑ دے تو یہ بہر حال ناجائز نہ ہوگا۔

عمامہ میں دو شملے رکھنا

آنحضرت ﷺ کے عمامہ کے تذکرے میں دو شملے اور ایک شملہ دونوں کا احادیث سے ثبوت ملتا ہے، لہٰذا پگڑی میں ایک شملہ رکھنا بھی درست ہے اور دو شملے رکھنا بھی درست ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۵۳)

عمامہ کس رنگ کا ہونا چاہئے

پہلے یہ بات ہو چکی ہے کہ عمامہ لباس کی سنت ہے اور عمامہ جس رنگ کا بھی ہو اس سے نفس عمامہ کی سنت ادا ہو جاتی ہے، کسی خاص رنگ کی پابندی شرعاً ضروری نہیں، بلکہ خود عمامہ بھی ضروری نہیں جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، بہر حال عمامہ سیاہ رنگ کا ہو یا سفید رنگ کا ہر طرح درست ہے، کیونکہ احادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ سے کالا عمامہ باندھنا بھی ثابت ہے چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر آپ کے سر مبارک پر کالا عمامہ تھا، نیز ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ منبر پر خطبہ فرمارہے تھے اور آپ کے سر مبارک پر کالا عمامہ تھا، اور رسالہ "ضیاء القلوب فی لباس المحبوب" میں لکھا

ہے کہ حضور ﷺ سے سفید عمامہ باندھنا بھی ثابت ہے، نیز حضرات علماء کرام فرماتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کو سفید لباس محبوب تھا اور آپ نے سفید لباس پہننے کی ترغیب بھی دی ہے، لہذا سفید عمامہ باندھنا افضل ہے۔

نیلا اور سبز عمامہ ثابت نہیں

ذخیرۂ احادیث میں تلاش بسیار کے باوجود، حضور ﷺ سے نیلے اور سبز عمامہ باندھنے کا کوئی ثبوت نہیں ملا، البتہ ایک روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سبز پگڑی باندھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

"عن سلیمان بن ابن ابی عبد اللہ قال ادرکت المهاجرین الأولین یعتمون بعمائم کرابیس سود وبیض وحمر وخضر وصفر"

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۴۱)

اور جہاں تک سبز پگڑی باندھنے کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے تو ایسے رنگ کی پگڑی باندھنا فی نفسہ جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی سنت اہل بدعت کی علامت بن جائے تو اس کو بھی ترک کرنا اولی ہے کجا یہ کہ کوئی چیز سنت بھی نہ ہو اور اہل بدعت کا شعار بن جائے، اور چونکہ آج کل سبز پگڑی باندھنا بعض اہل بدعت کی علامت اور

شناخت بن چکا ہے اس لئے اس کو ترک کرنا اولی ہے۔

"کل سنة تکون شعار اهل البدعة ترکها اولی"

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۴ ص ۱۶۷)

فی رد المحتار ۱: ٦٤٢ "(قوله ترکها أولی) اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترك السنة راجحاً علی فعل البدعة"

"جو سنت اہل بدعت کی پہچان اور ان کا شعار بن جائے، اسے چھوڑ دینا بہتر ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی عمل سنت و بدعت کے درمیان مشتبہ ہو جائے تو فعل بدعت پر ترک سنت راجح ہے"۔

نماز میں عمامہ کا حکم

نماز میں عمامہ اور بغیر عمامہ کے ثواب میں فرق ہوگا یا نہیں؟ اس سوال کے جواب سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ جن علاقوں میں عمامہ کے بغیر لباس کو نامکمل سمجھا جاتا ہے اور بغیر عمامہ گھر سے باہر نکلنا اور بڑوں کے مجمع میں جانا معیوب سمجھا جاتا ہے، وہاں بغیر عمامہ کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور یہ اس وجہ سے نہیں کہ سنت پر عمل نہیں ہو رہا ہے، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ان علاقوں کے اعتبار سے عمامہ کے بغیر لباس نامکمل ہے اور نامکمل لباس (جو صرف گھروں کے اندر استعمال کیا جاتا ہے) میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

"وتکره صلاته فی ثیاب البذلة یلبسها فی بیته"

(رد المحتار ۱: ۶۴۰، وامداد الفتاوی ۱: ۲۵۶)

اور چونکہ عمامہ باندھنا سنت زائدہ ہے جس کا درجہ مستحب کا ہے، لہذا اگر اتباع سنت کی نیت سے باندھے تو موجب ثواب ہے، لیکن اس کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عمامہ کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا ثواب بغیر عمامہ کے پڑھی جانے والی نماز سے زیادہ ہے، اور ذخیرۂ احادیث میں تلاش کرنے کے باوجود ایسی کوئی حدیث نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے میں بغیر عمامہ نماز پڑھنے کی بہ نسبت ثواب زیادہ ہے، ہاں بعض ایسی موضوع یعنی بناوٹی احادیث ملتی ہیں جن میں عمامہ والی نماز کی فضیلت بیان کی گئی ہے، لیکن وہ احادیث باتفاق محدثین موضوع ہونے کی وجہ سے قابل رد اور غیر معتبر ہیں (ملاحظہ ہو الموضوعات الکبری لملا علی القاری ص ۲۳۲، والفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ص ۱۸۷، و تذکرۃ الموضوعات ص ۱۵۵، والمصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع ص ۸۷)

سر کے بالوں کے احکام

سر کے بالوں کے بارے میں شریعت کے کیا احکام ہیں، کیا بال رکھنا سنت ہے یا قینچی سے چھوٹا کرانا یا مونڈانا سنت ہے؟ جب کہ آنحضرت ﷺ نے حج و عمرہ کے مواقع کے علاوہ اپنی تمام عمر بال رکھے ہیں، اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بال رکھنا ہی سنت رسولؐ ہے اور اسی سے اتباع سنت حاصل ہوتی ہے اور اسی پر ثواب مرتب ہوتا ہے نہ کہ مونڈنے پر، جب کہ بعض اہل علم قینچی کے ذریعے سے بال چھوٹے کرنے پر بھی جواز کا اطلاق کرتے ہیں بشرطیکہ سب بال برابر بنائیں جائیں۔

جواب سے پہلے بطور تمہید چند اصولی باتیں جان لینا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) رسول اللہ ﷺ سے بال رکھنا ثابت ہے جیسا کہ شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کبھی نصف کان، کبھی کان کی لو تک اور کبھی کاندھوں تک ہوتے تھے، جنہیں محدثین کی اصلاح میں وفرہ، لمہ اور جمہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (عرف الشذی ص ۳۲۲)

اسی طرح آپ ﷺ سے سر کے بال استرے وغیرہ سے بالکل صاف کرنا یعنی منڈانا بھی چند مرتبہ ثابت ہے (خصائل نبوی ص ۳۵) لیکن بعض شراح حدیث کے خیال کے مطابق رسول اللہ ﷺ کا سر منڈانا صرف حج وعمرہ کے مواقع پر ثابت ہے، عام حالات میں ثابت نہیں۔

ملاحظہ ہو شرح الشمائل للمناوی (ج ۱ ص ۸۱)

(۲) رسول اکرم ﷺ سے دوسروں کو بال کاٹنے اور منڈانے کا حکم دینا بھی کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً ثابت ہے، جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت کعب بن عجرہؓ کو سر منڈانے کا حکم دیا، جب کہ انہیں بالوں میں جوئیں پڑجانے کی وجہ سے تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔

ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی (ج ۲ ص ۳۶۰)

اسی طرح ابوداؤد (۲:۲۰۹) میں ہے کہ حضرت خریم اسدیؓ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں ایک دفعہ فرمایا کہ خریم اسدی بہت اچھا آدمی ہے اگر اس میں دو باتیں نہ ہوں، ایک یہ کہ ان کے سر کے بال بہت بڑھے رہتے ہیں، دوسری یہ کہ لنگی ٹخنوں سے نیچے باندھتے ہیں،

جب انہیں اس کی اطلاع ملی تو فوراً قینچی لیکر بالوں کو کانوں کے نیچے سے کاٹ دیا اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کردی۔

اور حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کے بعد ان کے بچوں کے سر منڈانا بھی حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ (قرطبی ۲: ۳۶۰)

(۳) اس بات کو جاننا نہایت ضروری ہے کہ شرعاً سنت رسول کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم، سنن ھدی یا سنن موکدہ ہے، جب کہ دوسری قسم سنن زوائد یا سنن غیر موکدہ کہلاتی ہے، چنانچہ پہلی قسم میں وہ تمام سنتیں داخل ہیں جن کا ثبوت رسول اکرم ﷺ سے بطور عبادت کے ہے، اور دوسری قسم میں وہ تمام سنتیں شامل ہیں جن کا ثبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور عادت کے ہے، اسی بناء پر حضرات علماء وفقہاء یہ بھی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے دو طرح کی سنتیں ثابت ہیں، ایک سنت بطور عبادت اور دوسری سنت بطور عادت۔

پہلی قسم کی سنتوں کی مثال، اذان، اقامت، اور جماعت وغیرہ ہیں، جن کا ترک شرعاً موجب کراہت اور قابل ملامت ہے، اور دوسری قسم کی مثال رسول اللہ ﷺ کی طرح بیٹھنا، چلنا یا آپؐ کے بالوں کی طرح بال رکھنا وغیرہ، ایسی سنتوں پر بہ نیت اتباع عمل کرنا بے شک خیر وبرکت کا ذریعہ اور آپ ﷺ سے محبت کی دلیل ہے، لیکن ان سنن کا ترک موجب کراہت اور

قابل ملامت نہیں، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرامؒ نے ایسی سنتوں اور نوافل میں حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کیا، اور تصریح فرمادی کہ جس طرح نوافل کا ترک قابل ملامت اور موجب کراہت نہیں، اسی طرح ان (بطور عادت کے) سنتوں کا ترک بھی موجب کراہت اور قابل ملامت نہیں۔ (رد المحتار ۱:۱۰۳) اس کی کچھ تفصیل لباس مسنون کی بحث میں بھی گذری ہے۔

(۴) صحابہ کرامؓ کی بھی عادت عام حالات میں بال رکھنے کی تھی، البتہ طبعی یا شرعی ضرورت کے وقت بال منڈاتے بھی تھے، اور یہی طریقہ اسلاف امت کا بھی رہا ہے۔

(ملاحظہ ہو مجمع البحار ۱: ۲۹۳ وحاشیہ البخاری عن فتح الباری ۲: ۱۱۲۸)

ان تمہیدی باتوں کے بعد سر کے بالوں کے بارے میں شرعی احکام یہ ہیں کہ سر کے بالوں کیلئے کسی خاص وضع یا تراش کی پابندی شریعت نے نہیں لگائی، البتہ کچھ حدود ایسی ضرور مقرر کی ہیں کہ ان کے خلاف کرنا ممنوع ہے، ان حدود میں رہتے ہوئے آدمی جو وضع چاہے اختیار کر سکتا ہے، لہٰذا سر کے بالوں کو قینچی سے مختصر کرنا بشرطیکہ چاروں طرف سے بال برابر ہوں، اور سر منڈانا، دونوں کی شرعی حیثیت میں کوئی فرق نہیں ہے کہ جائز اور مباح ہے، اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی اتباع میں ان جیسے بال رکھنا موجب خیر و برکت، علامت محبت اور مستحب ہے، لیکن اس کا ترک یعنی بالوں کو مختصر کرنا یا بالکل نہ رکھنا (منڈانا) مکروہ اور قابل

ملامت بھی نہیں، بلکہ اس پر ملامت کرنا جائز ہی نہیں، جیسا کہ تمہید نمبر ۳ میں وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جو چیز بطور عادت کے ثابت ہے اس کا ترک نا قابل ملامت ہے اور نہ مکروہ، لہٰذا بالوں کو بالکل نہ رکھنا (منڈانا) اور قینچی سے مختصر کرنا دونوں جائز ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"جس حالت میں بالکل منڈانا جائز ہے تو قصر کرنے میں کیا حرج ہے الاجماع علی تساوی حکم القصر والحلق لشعر الرأس فی مثل هذا الحکم، والی التساوی أشیر بقوله تعالیٰ: ﴿مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ﴾.

(امداد الفتاویٰ ۴: ۲۲۴)

محلقین رؤسکم ومقصرین سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس جگہ قصر کا حکم مخصوص ہے حج کے ساتھ، کیونکہ اس کا حج کے ساتھ مخصوص ہونا محتاج دلیل ہے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ ایسی کوئی دلیل نہیں جو دونوں کو جدا کرتی ہو، لہٰذا جواز عام ہے۔

بہر حال یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ جو کام آنحضرت ﷺ سے بطور عادت ثابت ہو اس کا ترک موجب کراہت اور قابل ملامت نہیں ہوتا، اور شرعاً اس کے ترک سے خلاف سنت بھی لازم نہیں آتا۔

چنانچہ امداد الفتاوی (۴: ۲۲۴) میں اس کی تصریح ہے:

"سنت مطلقہ وہ ہے جس کو حضور ﷺ نے بطور عادت کے کیا ہو ورنہ سنن زوائد سے ہوگا، تو بال رکھنا حضور اکرم ﷺ کا بطور عادت کے ہے نہ بطور عبادت کے۔ اس لئے اولیٰ ہونے میں تو شبہ نہیں، مگر اس کا خلاف، خلاف سنت بھی نہیں کہلائے گا، اگرچہ حضرت علیؓ کی حدیث بھی نہ ہوتی چہ جائے کہ وہ حدیث بھی ہے اور رسول اکرم ﷺ کا انکار نہ فرمانا یقینی دلیل ہے بال نہ رکھنے کے جواز بلا کراہت اور خلاف سنت نہ ہونے کی"

لہٰذا بالوں کو قینچی سے چھوٹا کرنا بشرطیکہ چاروں طرف سے برابر ہوں، خلاف سنت نہیں جائز اور مباح ہے، اور اگر کسی شخص کو بال رکھنے سے تکلیف ہوتی ہو یا کسی فتنہ میں واقع ہونے کا سبب ہو یا کسی قسم کی پریشانی کا سبب بنتا ہو تو ان سب حالات میں اس کیلئے بالوں کا نہ رکھنا جائز اور مباح ہے، اور جو شخص بالوں کو تیل اور کنگھی وغیرہ کے ذریعہ اچھی طرح رکھ سکتا ہو اور بالوں کا رکھنا اس کیلئے کسی جسمانی یا اخلاقی بیماری یا پریشانی کا ذریعہ نہیں بنتا تو ایسے شخص کیلئے بالوں کا رکھنا مناسب اور بہتر ہے اور اتباع سنت کی نیت سے باعث ثواب ہے، ورنہ نہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ (مجمع البحار ۱: ۲۹۳)

بحث کا خلاصہ

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سر کے بالوں کیلئے کسی خاص وضع یا

تراش کی پابندی شریعت نے نہیں لگائی، البتہ کچھ حدود ایسی ضرور مقرر کی ہیں کہ ان کے خلاف کرنا ممنوع ہے، ان حدود میں رہتے ہوئے آدمی جو وضع چاہے اختیار کر سکتا ہے، اور مذکورہ تینوں طریقوں میں سے کسی ایک کو بھی اپنا لینا جائز اور مباح ہے، اور وہ حدود یہ ہیں:

۱- اگر بال منڈوائیں تو پورے سر کے منڈوائیں، کچھ حصہ کے منڈوانا اور کچھ کے نہ منڈانا ممنوع ہے۔

۲- بالوں کی وضع میں کافروں اور فاسقوں کی نقالی اور مشابہت اختیار نہ کی جائے۔

۳- مرد عورتوں کی وضع کے اور عورتیں مردوں کی وضع کے بال نہ رکھیں۔

۴- بال بڑے رکھتے ہوں تو ان کو صاف ستھرا رکھیں، تیل لگایا کریں، اور حسب ضرورت کنگھا بھی کیا کریں، بال بکھرے ہوئے نہ ہوں، مگر بالوں کو ایسا مشغلہ بھی نہ بنائیں کہ وہ تکلف اور تصنع میں داخل ہو جائیں۔

۵- چونکہ رسول اللہ ﷺ کا عام معمول بال رکھنے کا تھا، کبھی کانوں کے نصف تک ہوتے تھے، کبھی کانوں کی لو تک اور کبھی کاندھوں تک، لہٰذا اتباع سنت کی نیت سے بال رکھنا بہتر اور باعث ثواب ہے، قینچی سے چھوٹا کرانا یا منڈوانا سنت نہیں، جائز اور مباح ہے۔

۶- ننگے سر نہ پھریں۔

بالوں کے بیچ میں مانگ نکالنا

سر کے بالوں کے بیچ میں مانگ نکالنا سرکار دو عالم ﷺ کے مبارک عمل سے ثابت ہے، لیکن آپ ﷺ مانگ نکالنے کا اہتمام نہیں فرماتے تھے، اگر بسہولت مانگ نکل آئی تو نکال لیتے تھے، اور اگر کسی وجہ سے بسہولت مانگ نہ نکلتی تو اس وقت نہ نکالتے، کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی تھی نکال لیتے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں جب رسول کریم ﷺ کے سر مبارک میں مانگ نکالتی تو تالو پر سے بالوں کے دو حصے کر کے مانگ چیرتی اور آپ کی پیشانی کے بال دو آنکھوں کے درمیان چھوڑتی۔

(مشکوٰۃ ص ۳۸۱)

کانوں کے بال کاٹنا جائز ہے

بعض لوگوں کے کانوں پر بال ہوتے ہیں، اسے کاٹنا چاہئے یا اکھاڑنا چاہئے یا رکھنا چاہئے، اس بارے میں صریح حکم تو کسی کتاب میں نہیں ملا، البتہ ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ "الاذنان من الراس" یعنی کان سر کا حصہ ہیں، یہ حدیث شریف وضوء میں سر پر مسح کرنے کے بارے میں ہے، اور جب کان سر کا حصہ ہیں اور سر پر مسح کیا جاتا ہے تو کانوں پر بھی مسح کیا جانا چاہئے، لہٰذا اس پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح

سر کے بالوں کو رکھنا اور منڈانا دونوں جائز ہیں تو کانوں کے بالوں کا رکھنا اور منڈانا بھی جائز ہونا چاہئے۔ (ترمذی ۱:۲۶)

مونچھوں کے بارے میں حکم

مونچھوں کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ ان کو اس قدر کتروانا کہ ہونٹ کے اوپر کا حصہ ظاہر ہو جائے اور ابرو کے برابر ہو جائے بالاجماع سنت ہے، اور حضرت امام طحاویؒ کی تحقیق کے مطابق اس سے زیادہ کترواکر باریک کرنا اور زیادہ بہتر ہے، اور منڈوانے کے بارے میں حضرات فقہاء کرام کا اختلاف ہے، بعض حضرات منڈوانے کی اجازت دیتے ہیں، اور اکثر حضرات اسے بدعت کہتے ہیں، لہٰذا نہ منڈانے میں احتیاط ہے۔ (ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار ۲:۲۲۹، ۲۳۲، وجوب اعفاء اللحیۃ للشیخ زکریاؒ ص ۳۴)

اور مونچھوں کے وہ بال جو منہ کے دونوں طرف سے ڈاڑھی کے ساتھ جا کر ملتے ہیں ان کو کاٹنا جائز ہے اور ملا کر رکھنا بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ ۵:۳۵۸)

ریش بچہ کا حکم

ہونٹ کے بالکل نیچے جو بال ہوتے ہیں جن کو ریش بچہ کہتے ہیں، ان کے کاٹنے کے بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، اکثر حضرات کے نزدیک ان کو کاٹنا جائز نہیں، البتہ حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان کو

کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ (رد المحتار ۲:۴۱۸، و فتاوی ہندیہ ۵:۳۵۸)

داڑھی کے احکام

باجماع امت داڑھی منڈانا حرام ہے، اسی طرح ایک مٹھی سے کم ہونے کی صورت میں کتروانا بھی حرام ہے، چاروں امام حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے تمام مقلد فقہاء کرامؒ کا اس پر اتفاق ہے، اور جس طرح داڑھی منڈانے کی حرمت صحیح احادیث سے ثابت ہے، اسی طرح ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں کتروانے کی حرمت بھی صحیح احادیث اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے ثابت ہے، جس کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) "عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ آپ ﷺ داڑھی کو طول و عرض سے لیا کرتے تھے" (ترمذی ۱:۱۰۰)

(۲) "حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عمل یہ تھا کہ آپ داڑھی کو مٹھی میں لیکر مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹ لیتے تھے"

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر زائد بالوں کو کاٹ لیتے تھے۔ (وجوب اعفاء اللحیہ)

مذکورہ حدیث اور آثار صحابہؓ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ داڑھی ایک قبضہ سے کم ہونے کی صورت میں کتروانا حرام ہے، اور یہ حکم صرف

علماء و فقہاء کرام کا مستنبط نہیں ہے، بلکہ مذکورہ حدیث و آثار سے ثابت ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ داڑھی کی یہ حدود احادیث سے ثابت نہیں، صرف علماء کی استنباط شدہ ہے، غلط ہے اور احادیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

ملازمت کیلئے داڑھی منڈانا

اوپر ذکر کردہ داڑھی کے متعلق یہ حکم عام ہے، خواہ کوئی عام مسلمان ہو یا ملازم پیشہ ہو، اور خواہ فوجی ہو یا سول ہو، ہر مسلمان کیلئے اس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے، لہذا کسی ملازم کو ملازمت کی خاطر داڑھی منڈوانا یا کتراکر یکمشت سے کم کرنا جائز نہیں حرام ہے، اور کسی بھی محکمہ اور ادارہ کیلئے اس طرح کا خلاف شرع قانون بنانا ہرگز جائز نہیں، اور ایسے قانون پر عمل کرنا بھی درست نہیں۔

مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنا افضل ہے

ایک مٹھی کی مقدار داڑھی رکھنا تو واجب ہے، اور مٹھی سے زائد داڑھی کے بارے میں فقہاء کرام کے اقوال مختلف ہیں، اور یہ اختلاف بھی افضل اور غیر افضل کا ہے، ان میں سے ایک قول مباح ہونے کا ہے، یعنی یکمشت سے زائد داڑھی کاٹنا اور نہ کاٹنا حکم کے اعتبار سے دونوں جانب برابر

ہیں، کاٹنا بھی جائز ہے، نہ کاٹنا بھی جائز ہے، اور علامہ شامیؒ کی تحقیق سے اس قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ اور امام نوویؒ کے نزدیک ایک مشت سے زائد کو بھی نہ کاٹنا اور پوری داڑھی رکھنا افضل اور مختار ہے، اور بعض فقہاءؒ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور بعض دیگر صحابہ کرامؓ کے عمل سے استدلال کرتے ہوئے یکمشت سے زائد داڑھی کے کاٹنے کو افضل فرمایا ہے، کیونکہ ان حضرات سے منقول ہے کہ یہ حضرات اپنی داڑھی کو یکمشت میں لیکر یکمشت سے زائد کو کتروا دیتے تھے، نیز علامہ شامیؒ نے ایک قول یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ ایک مشت سے زائد بالوں کو کاٹ دینا سنت ہے۔

اور جہاں ایک مشت سے زائد داڑھی رکھنے کو کم عقل کی دلیل بتایا گیا ہے وہ ایک مشہور مقولہ ہے، کوئی شرعی حکم نہیں ہے، اور جب یکمشت سے زائد داڑھی رکھنے اور نہ رکھنے دونوں کی شرعاً اجازت ہے، تو پھر یکمشت سے زائد داڑھی کو بے وقوفی کی نشان کہنا مناسب نہیں ہے۔

(رد المحتار ۲: ۱۱۳ و حاشیہ بخاری ۲: ۸۷۵)

رخسار و حلق کے بال کاٹنا

جبڑے کی ہڈی پر جو بال ہوتے ہیں وہ داڑھی میں شامل ہیں، ان کو چھوڑ کر جبڑے کی ہڈی کے اوپر جہاں رخسار شروع ہوتے ہیں ان رخساروں

پر جو بال داڑھی کی حدود سے آگے نکل آتے ہیں انہیں صاف کر کے برابر
کرنا یعنی خط بنوانا جائز ہے یعنی مباح ہے کوئی ضروری نہیں، اسی طرح
جبڑے کی ہڈی کے نیچے حلق (ابھری ہوئی ہڈی) و گلے پر جو بال نکل آتے
ہیں ان کے کاٹنے میں اختلاف ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان
کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ردالمحتار ۲:۳۱۸، و ۵:۲۶۱)

داڑھی اور بالوں میں خضاب لگانا

مردوں کیلئے اپنے سر کے یا داڑھی مونچھ کے بالوں کو کالا کرنے یا
بالوں کو خوبصورت بنانے کی غرض سے خضاب یا دیگر کیمیاوی مرکبات، مثلاً
کالا کولا، کالی مہندی یا دیگر ہیئر کلرز لگانے کے بارے میں شرعی حکم میں کچھ
تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ خالص سیاہ رنگ کے علاوہ دوسرے رنگوں کا
خضاب لگانا مرد کیلئے بلاشبہ درست ہے، اور سرخ خضاب، خالص حنا کا یا کچھ
سیاہی مائل جس میں کتم شامل کیا جاتا ہے، مرد کے حق میں مسنون ہے۔

اور جہاں تک خالص سیاہ رنگ کے خضاب اور خالص سیاہ رنگ کے
دیگر کیمیاوی ہیئر کلرز کا تعلق ہے، تو اس سے اگر اپنے آپ کو کم عمر اور جوان
ظاہر کر کے کسی کو دھوکہ دینا مقصود ہو، تو یہ بالکل ناجائز اور حرام ہے، اور
اگر اس سے کسی کو دھوکہ دینا مقصود نہ ہو، بلکہ محض تزین کیلئے سیاہ خضاب
لگائے تاکہ اپنی بیوی کو خوش کرے، اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے،

جمہور فقہاء کرامؒ اس کو مکروہ فرماتے ہیں، اور حضرت امام ابویوسفؒ اور بعض مشائخ جائز فرماتے ہیں۔ (جواہر الفقہ ۲:۷۷۳) لہٰذا شدید ضرورت کے وقت حضرت امام ابویوسفؒ اور دیگر بعض مشائخؒ کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

داڑھی کتروانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا

جو شخص داڑھی منڈواتا ہے یا کتروا کر ایک مشت سے کم کرتا ہے وہ شخص ارتکاب حرام کی وجہ سے فاسق ہے، خواہ دوسری باتوں میں وہ کتنا ہی نیک ہو مگر ان باتوں سے یہ فسق ختم نہیں ہو سکتا، اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے ایسے شخص کو اپنے اختیار سے امام بنانا جائز نہیں، لیکن اگر کوئی ایسا شخص امام بن جائے، یا مسجد کی انتظامیہ نے امام بنادیا ہو تو کسی دوسری مسجد میں جاکر باشرع صالح امام کے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہئے، البتہ اگر کسی دوسری جگہ باشرع صالح امام نہ ملے یا جماعت کا وقت ہو جائے اور دور جانے سے جماعت نکل جانے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں گھر میں یا مسجد میں تنہا نماز پڑھنے کے بجائے اس کے پیچھے جماعت سے نماز ادا کرنا بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۰، وشرح المنیہ للحلبی ص ۵۱۴)

داڑھی کتروانے والے حفاظ کے پیچھے تراویح پڑھنا

جو حفاظ مٹھی سے کم داڑھی کو کترواتے ہیں یا منڈواتے ہیں وہ ارتکاب

حرام کی وجہ سے فاسق ہیں، خواہ وہ دوسری باتوں میں کتنے ہی نیک ہوں مگر ان باتوں سے یہ فسق ختم نہیں ہو سکتا، اور فاسق کے پیچھے تراویح پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی حرام کے قریب ہے، اور ایسے شخص کو اپنے اختیار سے امام بنانا جائز نہیں ہے، مسجد انتظامیہ کا فرض ہے کہ اچھی طرح دیکھ بھال کر تراویح کیلئے حافظ مقرر کرے، اور فاسق کو امام مقرر کرنا جائز نہیں، جو انتظامیہ ایسا کرے گی وہ گناہ گار ہو گی، اور لوگوں کی نماز خراب کرنے کا وبال بھی انہیں پر ہو گا، لہٰذا تراویح کیلئے ایسا حافظ منتخب کریں جو ظاہرا بھی باشرع، متقی پرہیز گار ہو، اگر شرعی طریقہ کے مطابق داڑھی رکھنے والا کوئی حافظ نہ ملے تو شرع کے مطابق داڑھی رکھنے والے صالح امام کے پیچھے "الم ترکیف" سے تراویح پڑھنا چاہئے۔

ناخن کاٹنے کا حکم

اس بارے میں مسنون عمل یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں ایک دفعہ ناخن کٹوائے جائیں، اور اگر اس سے تاخیر ہو جائے تو پندرہ دن کے اندر اندر کاٹنا چاہئے، اور اگر اس سے بھی تاخیر ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک کی تاخیر کی گنجائش ہے، اس سے زیادہ تاخیر کرنا اور لمبے لمبے ناخن رکھنا جائز نہیں گناہ ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

ناخن کاٹنے کا طریقہ

ناخن کاٹنا بذات خود سنت ہے، اور اس میں کوئی مخصوص طریقہ مسنون نہیں ہے، جس طرح بھی کاٹے جائیں گے سنت ادا ہو جائے گی، تاہم بعض فقہاءؒ نے فرمایا کہ اس میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کرے اور اسی ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کرے، اور دائیں پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔

نیز جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے ناخن کاٹنا افضل ہے...... نیز رات کو بھی ناخن کاٹنا جائز ہے، اور ناخن کاٹنے کے بعد اسے بیت الخلاء اور غسل خانہ کے علاوہ دوسری جگہ پھینکنا جائز ہے، البتہ دفن کر دینا زیادہ بہتر ہے۔

(فتاویٰ ھندیہ ۵: ۳۵۷، ومرقاۃ ۴:۳)

زیر ناف بالوں کی صفائی

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دس چیزیں خصال فطرت ہیں، ان میں سے ایک چیز زیر ناف یعنی زائد بالوں کی صفائی ہے، ان زائد بالوں کو ہفتہ میں ایک دفعہ صاف کرنا افضل ہے، اگر اس سے تاخیر ہو جائے، تو پندرہ دن کے اندر صاف کرنا چاہئے، اور اگر اس سے بھی تاخیر ہو جائے تو زیادہ سے

زیادہ چالیس دن کی تاخیر کی گنجائش ہے، اس سے زیادہ تاخیر کرنا جائز نہیں گناہ ہے۔ اس لئے چالیس دن سے پہلے پہلے ان زائد بالوں کو صاف کر لینا چاہئے۔

زیرِ ناف بالوں کی حد

زیر ناف بالوں کی حد یہ ہے کہ آدمی کے اکڑوں بیٹھنے کی حالت میں ناف کے نیچے چار پانچ انگل کے بعد پیٹ کے نچلے حصے میں جو شکن پڑتی ہے وہاں سے عانہ (زیر ناف بالوں) کی حدود شروع ہوتی ہیں، اس شکن سے لے کر دائیں بائیں دونوں رانوں تک کے بال اور آلہ تناسل کی جڑ اور اس کے ارد گرد کے بال اور خصیتین سمیت نیچے کے بال یعنی پیشاب گاہ کے نیچے سے پاخانہ کے مقام تک، اور پاخانہ کے مقام اور اس کے ارد گرد کے بال، یہ سب زیر ناف میں شامل ہیں، اس لئے اس پوری جگہ کے بال صاف کئے جائیں، ران کے بال اس میں شامل نہیں ہیں، اسی طرح ناف کے نیچے سے لیکر مذکورہ شکن تک کے درمیانی جگہ کے بال بھی اس میں شامل نہیں ہیں، تاہم اگر کوئی شخص اس جگہ کے بال صاف کرنا چاہے تو جائز ہے، مگر ران کے بال کاٹنا خلاف ادب ہے۔

اصل مقصد چونکہ بلکہ بالوں کی صفائی ہے، اس لئے جس چیز کے ذریعہ بھی صفائی حاصل ہو جائے جائز ہے، خواہ بلیڈ، استرہ، قینچی یا کریم

ویاپاؤڈر کے ذریعہ ہو یا کسی اور چیز سے ہو، ہر چیز کا استعمال جائز ہے، البتہ مردوں کیلئے زیر ناف بالوں کی صفائی میں بلیڈ یا استرہ استعمال کرنا بہتر ہے۔
(ملاحظہ ہو مسلم شریف ۱:۱۲۹ مع شرح النووی، فتح الباری شرح بخاری ۱۰:۳۴۳، والاشباہ والنظائر ۱:۱۲۸۸۸۸، ورد المحتار ۲:۳۱۲، و ۶:۳۰۷، وفتح القدیر ۱:۲۲۸)

دوسرے سے زیر ناف صاف کروانا

اگر کوئی شخص بیمار ہو اور اپنے ہاتھ سے زیر ناف بال صاف کرنے سے معذور ہو، تو اس کیلئے اپنے زیر ناف بال اپنی بیوی سے کٹوانا جائز ہے، لیکن اگر بیوی نہ ہو تو کسی دوسرے سے یہ بال کٹوانا جائز نہیں، البتہ اگر بال کاٹنے والا اپنے ہاتھ پر دستانہ پہن لے یا پلاسٹک کی تھیلی وغیرہ ہاتھ میں باندھ لے اور جہاں تک ممکن ہو اپنی نگاہ ستر عورت سے دور رکھ کر بال صاف کر دے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ ھندیہ ۵:۳۵۸)

بغل کے بالوں کی صفائی

زیر ناف بالوں کی طرح بغل کے بالوں کو بھی ہفتہ میں ایک دفعہ صاف کرنا مستحب ہے، پندرہ دن میں بھی جائز ہے، اور آخری حد چالیس دن ہے اس سے تاخیر کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔

بغل کے بالوں کو ہاتھ سے اکھیڑ کر صاف کرنا بہتر ہے، اور بلیڈ وغیرہ

کا استعمال بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ۵:۳۵۸)

خوشبو استعمال کرنا

مردوں کیلئے خوشبو استعمال کرنا سنت ہے، اور مرد ایسی خوشبو لگائیں جس سے کپڑے پر رنگ نہ لگے یا ہلکا سا رنگ لگ جائے، مگر خوشبو تیز ہو جو دوسروں تک پہنچ رہی ہو، مثلاً عطر، گلاب، مشک، عنبر، عود، کافور وغیرہ لگالیں۔

پرفیوم استعمال کرنے کا حکم

آج کل بیرون ممالک کے بنے ہوئے مختلف قسم کے پرفیومز (Perfumes) سینٹ اور عطر وغیرہ آتے ہیں اور ان میں "الکحل" (Alcohol) یعنی اسپرٹ بھی شامل ہوتا ہے، تو ان کا استعمال جائز ہونے اور نہ ہونے کے متعلق شرعی حکم میں کچھ تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ "الکحل" اگر کھجور یا انگور کی شراب سے بنا ہوا ہو تو وہ ناپاک ہے، اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں، اور اگر وہ کھجور یا انگور کے علاوہ کسی اور پاک چیز کی شراب سے بنا ہوا ہو، تو وہ پاک ہے، اور اس کا خارجی استعمال شرعاً جائز ہے۔

اور آج کل پرفیومز (PerFumes) میں جو "الکحل" استعمال ہوتا ہے وہ عموماً کھجور یا انگور کی شراب سے بنا ہوا نہیں ہوتا، بلکہ دوسری مختلف قسم کی چیزوں مثلاً مکئی، جوار، گندم، بیر، آلو، چاول یا پٹرول وغیرہ سے بنا ہوا

ہوتا ہے، لہٰذا ایسا پرفیوم شرعاً ناپاک نہیں، اور اس کے لگانے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا، اس لئے اس کا استعمال جائز ہے، اور اگر کسی نے ایسا پرفیوم کپڑوں پر لگا کر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ادا ہو گئی، لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

(تکملہ فتح الملہم ۳:۶۰۸)

❋❋❋

لباس سے متعلق نماز کے چند مسائل

یہاں پر نماز کے متعلق صرف ان مسائل کو بیان کرنا مقصود ہے جن کا تعلق لباس سے ہے، اور وہ یہ ہیں:۔

عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا

عمامہ باندھنے کے متعلق تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمامہ باندھنا سنت زائدہ ہے، جس کا درجہ مستحب کا ہے اور یہ لباس کی سنت ہے، نماز کی نہیں، یہی وجہ ہے کہ ذخیرہ احادیث میں تلاش کرنے کے باوجود ایسی کوئی صحیح حدیث نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ عمامہ کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کا ثواب بغیر عمامہ کے پڑھی جانے والی نماز سے زیادہ ہے، ہاں بعض ایسی موضوع احادیث ملتی ہیں جن میں عمامہ

والی نماز کی فضیلت بیان کی گئی ہے، لیکن وہ باتفاق محدثین موضوع ہونے کی وجہ سے قابل رد ہے۔

لیکن چونکہ عام حالات میں بھی (اتباع کی نیت سے) عمامہ باندھنا مستحب ہے اس لئے بعض فقہاء کرامؒ نے عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے کو مستحب لکھا ہے، چنانچہ حلبی کبیر (ص ۲۱۶) اور فتاوی ہندیہ (۱: ۵۷) میں ہے:

"والمستحب أن يصلي الرجل في ثلاثة اثواب، قميص وازار وعمامة"

"مردوں کیلئے تین کپڑوں، لنگی، قمیص اور عمامہ میں نماز پڑھنا مستحب ہے"

لیکن یہ بھی اچھی طرح یاد رہے کہ عمامہ کے بغیر نماز پڑھنا اور پڑھانا بھی بلا کراہت جائز ہے، مگر آج کل لوگوں نے اس مستحب کو ضروری سمجھا ہے اور اس کو فرض وواجب کا درجہ دے رکھا ہے، امام کو عمامہ باندھنے پر مجبور کیا جاتا ہے اس لئے پگڑی محراب میں رکھی جاتی ہے اور صرف نماز کے وقت باندھی جاتی ہے، نماز سے فارغ ہوتے ہی دوبارہ محراب میں رکھ دی جاتی ہے، یہ سب زیادتی ہے، مقتدی، امام بلکہ سب مسلمانوں کو چاہئے کہ پگڑی استعمال کریں، محض امام کیلئے ضروری نہ سمجھیں، بلکہ جہاں پگڑی کو

نماز کیلئے کوئی ضروری سمجھتے ہوں وہاں امام کو اصلاح عقیدہ عوام کیلئے گاہے گاہے پگڑی ترک کر دینا افضل ہے۔

میلے کپڑے میں نماز پڑھنا

نماز میں خشوع وخضوع اور عمدہ ہیئت وزینت اختیار کرنا مستحب ہے، بھدے یا میلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کو فقہاء کرامؒ نے مکروہ فرمایا ہے، اسی طرح نماز میں کپڑے مٹی وغیرہ سے بچانے کیلئے سمیٹنا بوجہ علامت تکبر اور منافی خشوع وخضوع ہونے کے بھی مکروہ ہے۔

آستین چڑھا کر نماز پڑھنا

آستین چڑھا کر نماز پڑھنا کہ کہنیاں یا کلائیاں کھلی رہیں مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر نماز سے پہلے کسی کام کیلئے یا وضو کیلئے آستین چڑھائی تھی اور اسی حالت میں نماز شروع کر دی تو بہتر یہ ہے کہ دوران نماز عمل قلیل کے ذریعہ دونوں آستین کھول دی جائیں۔ اور کہنی سے نیچے اور گٹے سے اوپر آستین موڑ کر نماز پڑھنا قلت مبالات کی وجہ سے بہتر نہیں ہے۔

(ردالمحتار ۱:۳۵۷)

آدھی آستین کرتے میں نماز

آدھی آستین والا کرتہ یا جبہ یا بنیان پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی

کراہت نہیں، البتہ اگر اس کو ثیاب بذلہ میں شمار کیا جاتا ہو اور اس کو عام مجلس میں پہننا معیوب سمجھا جاتا ہو تو مکروہ ہے۔ (ردالمحتار ۱: ۶۴۱)

گریبان کے بٹن کھول کر نماز پڑھنا

گریبان کے بٹن کھول کر نماز پڑھنا مکروہ تو نہیں ہے مگر بہتر یہ ہے کہ گریبان کے بٹن بند کر کے نماز پڑھے۔

واسکٹ کے بٹن کھول کر نماز پڑھنا

واسکٹ کے بٹن اور سوئٹر کی چین کھول کر نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں، کیونکہ یہ لوگوں کی عام عادت کے خلاف نہیں، البتہ شیروانی کے بٹن بلا عذر کھلے رکھ کر نماز پڑھنے میں کراہت معلوم ہوتی ہے، کیونکہ یہ لوگوں کی عام عادت کے خلاف ہے۔

سجدہ میں جاتے وقت قمیص درست کرنا

سجدہ میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے قمیص درست کرنا عمل کثیر نہیں، ایسا کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی، البتہ بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، جس سے بچنا چاہئے۔ اور اگر کوئی ضرورت ہو جیسے بعض اوقات رکوع یا سجدہ کی حالت میں کپڑے بدن سے چپک جاتے ہیں جس سے اعضاء خاص

کی ہیئت ظاہر ہوتی ہے، جو برا معلوم ہوتا ہے، یا کپڑا اچٹ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں رکوع سے یا سجدہ سے اٹھ کر یا سجدہ کی طرف جاتے ہوئے کپڑا درست کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔(ردالمحتار ۱: ۶۴۲)

دوران نماز گری ہوئی ٹوپی اٹھانا

دوران نماز اگر ٹوپی گر جائے تو اس کو ایک ہاتھ سے اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے، لیکن اگر عمل کثیر کی ضرورت پڑے، مثلاً دونوں ہاتھ لگانا پڑیں یا اس کو الٹنا پلٹنا پڑے تو پھر اس کو نہیں اٹھانا چاہئے۔(ردالمحتار ۱: ۶۴۱)

آخری گذارش

اس کتاب میں لباس اور بالوں کے متعلق یہ چند اہم اور ضروری شرعی احکام ومسائل تفصیل اور وضاحت کے ساتھ اس امید سے لکھ دیئے گئے ہیں، کہ معزز حضرات اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے ان کی دنیا و آخرت سنور جائیں گی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام مسلمان بھائیوں کو اس کی توفیق عنایت فرمائیں، وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الخاتم وآلہ وصحبہ اجمعین۔

طالب دعا

محمد کمال الدین احمد راشدی

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۰ر شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

(۱) فتوی کی اہمیت اسکی ضرورت اور اسکی نزاکت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

(۲) عہد نبویؐ صحابہؓ اور تابعین کے زمانے میں فتاوی کس طرح دیئے جاتے تھے اس کے تاریخی پس منظر پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

(۳) مفتی کیلئے شرائط اور فتوی دینے کے اصول اور قواعد وضوابط تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

(۴) مستفتی اور مفتی کے آداب اور ان کے لئے بنیادی رہنما اصول بیان کئے گئے ہیں۔

(۵) ائمہ مجتہدین کے مختلف اقوال میں ترجیح کے اصول اور مفتی بہ قول معلوم کرنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

(۶) فتوی کے لئے کونسی کتابیں معتبر ہیں اور کونسی غیر معتبر، اس کی مکمل تفصیل اور ان کی فہرست دی گئی ہے۔

(۷) جدید واقعات وحوادث میں فقہی احکام استنباط کرنے کے طریقے اور اس کے بنیادی اصول وقواعد بیان کئے گئے ہیں۔

(۸) شدید ضرورت کے وقت دوسرے مذاہب پر فتوی دینے کے اصول وشرائط بیان کئے گئے ہیں۔

(۹) فقہاء کرام کے طبقات / درجات کی تقسیم اور اس پر اُٹھنے والے اعتراضات کا صحیح تجزیہ اور اس کا مدلل جواب دیا گیا۔

(۱۰) صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور فقہاء کے درمیان فروعی اختلاف کے اسباب و وجوہات پر محققانہ اور منصفانہ بحث کی گئی ہے۔

(۱۱) ائمہ مجتہدین کے فقہی مسائل میں اجتہاد و استنباط کے بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں۔

(۱۲) ضرورت، حاجت، سد ذرائع اور عموم بلوی کا لحاظ کر کے فتوی دینے کی حدود و قیود بیان کی گئی ہے۔

(۱۳) زمانے اور عرف ورواج کے بدلنے سے فتوی میں کس طرح تبدیلی واقع ہوتی ہے اس کے اصول و قواعد پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

(۱۴) امام محمدؒ کی چھ کتابوں کی اہمیت، ان کا مرتبہ اور فقہی مسائل کے درجات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

(۱۵) تقلید کے درجات اور ان کی شرعی حیثیت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

اور بہت کچھ جو ایک مفتی، استاذ اور طالب علم کو جاننے کی ضرورت ہے، اس میں بسط و تفصیل کے ساتھ آسان عربی زبان میں بیان کیا گیا ہے۔

تالیف: مفتی محمد کمال الدین احمد الراشدی
استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

مختصر تعارف

زیر نظر کتاب کا موضوع نام سے واضح ہے اور مندرجہ ذیل
ذات پر تفصیلی بحث کی ہے۔
فقہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف۔ فقہ کی خصوصیات اور اسلامی
م میں فقہ کا مقام۔ خلاف اور اختلاف کی حقیقت۔ فقہاء کے آپس
ے اختلاف کے اسباب اور فقہی مسائل کے استنباط میں انکے اصول۔
ہاء کے آپس کے اختلافات کے دوران ایک دوسرے کا ادب
ترام، اختلاف اور نزاع کی صورت میں اسلامی طرز عمل اور اتفاق
خاد کی ترغیب، علم حاصل کرنے کے بہترین ذرائع، فتوی نویسی اور
ی ملکہ حاصل کرنے کا طریقہ۔ اور شریعت اسلامیہ میں فتوی نویسی کا

مقام، سلف کا فتویٰ نویسی سے ڈر اور خوف، اور عالم اسلام میں مذہب حنفی کا پھیلاؤ، وغیرہ۔

حقیقت میں یہ کتاب ہر عالم اور خصوصاً فقہ اور افتاء سے تعلق رکھنے والے ہر عالم دین کو مطالعہ میں رکھنا ضروری ہے۔ نوجوان عالم جناب مولانا مفتی محمد کمال الدین راشدی صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے اس موضوع پر یہ علمی ذخیرہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور مؤلف مد ظلہم کو مزید علمی خدمات کی اخلاص کے ساتھ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

چند علمی و تحقیقی کتابیں

تالیف: مفتی محمد کمال الدین احمد الراشدی

استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

۱ — السلم فی الاسلام

دراسة مقارنة بين المذاهب الفقهية الأربعة

یہ کتاب "بیع سلم" کے موضوع پر ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم تحریر فرماتے ہیں:

"احقر نے اس مقالے کو من اولہ الی آخرہ دیکھا، ماشاء اللہ عزیز

موصوف نے اسے قابل تعریف لیاقت قابلیت اور سلیقے کے ساتھ مرتب کیا ہے، "بیع سلم" کے موضوع پر جتنے گوشے قابل تحقیق ہوسکتے تھے، انہوں ان سب پر سیر حاصل بحث کی ہے، ہر موضوع پر ائمہ اربعہ کے اقوال ودلائل ان کے اپنے ماخذ سے نقل فرمائے ہیں۔

اس کے علاوہ عہد حاضر میں بیع سلم سے متعلق جو نئے سوالات پیدا ہوئے ہیں ان سب پر بھی محققانہ بحث کی ہے...... اس کے علاوہ مقالے کی ترتیب، اسلوب بیان اور انداز نگارش بھی قابل مبارک باد ہے، عربیت کے لحاظ سے بھی مقالہ قابل تعریف ہے۔

احقر کی رائے میں یہ مقالہ "درجہ ممتازہ" حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور اب تک جتنے طلبہ نے درجہ تخصص میں مقالے لکھے ہیں ان میں سب پر فائق ہے، اور میرے نزدیک دارالعلوم کی طرف سے قابل انعام ہے"۔

طلباء، اساتذہ اور مفتی حضرات کے لئے یہ کتاب بے حد مفید ہے۔

للقواعد الفقهية:

یہ کتاب ایک فقہی قاموس ہے، جس میں ایک ہزار فقہی قواعد کو حروف تہجی کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہے، اور ہر قاعدہ کے متعلق جتنے حوالے چاروں مذاہب کی کتابوں سے مثلاً فقہ، اصول فقہ، قواعد اور فتاوی کی کتابوں میں دستیاب ہو سکے سب کو جمع کر دیا گیا ہے، اس اعتبار سے یہ کتاب بے مثال ہے اور اپنی نوعیت کی پہلی ہمہ گیر تصنیف ہے جس سے تخصص کے طلباء اور مفتی حضرات کے لئے فقہی قواعد کی تلاش میں نہایت آسانی پیدا ہو گئی ہے، دیگر طلباء و اساتذہ کے لئے بھی یہ ایک نادر تحفہ ہے۔

ملنے کا پتہ: واحدی کتب خانہ
٣٦/ ای لانڈھی بلاک ٣
نزد جامعہ دارالعلوم کراچی ١٤ فون 5044075

تصانیف

حضرت مولانا مفتی محمد کمال الدین احمد راشدی صاحب دامت برکاتہم

استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

- ★ المصباح فی رسم المفتی و مناهج الافتاء (دو جلدوں میں) (عربی)
- ★ الفقه والفقهاء فی بیان اسباب الاختلاف وغیره (عربی)
- ★ المعجم المفهرس للقواعد الفقهية (عربی)
- ★ الوجیز فی مصادر التشریع الاسلامی (عربی)
- ★ السلم فی الاسلام (البیوع) (عربی)
- ★ حلال اور حرام کے شرعی احکام (اردو)
- ★ کھانے پینے کی حلال اور حرام چیزیں (اردو)
- ★ کھانے پینے کے آداب، دعوتیں اور دعوت کے احکام (اردو)
- ★ عورت کیلئے بناؤ سنگھار کے شرعی احکام (اردو)
- ★ عورت کے لباس اور پردہ کے شرعی احکام (اردو)
- ★ مردوں کے لباس اور بالوں کے شرعی احکام (اردو)
- ★ رشوت اور مال حرام کے شرعی احکام (اردو)
- ★ ٹیکس اور مروجہ پگڑی کے شرعی احکام (اردو)
- ★ کسٹم اور اسکے نیلام سے مال کی خریداری (اردو)
- ★ سود، قمار اور انشورنس کے شرعی احکام (اردو)
- ★ جائز و ناجائز ملازمت کے شرعی احکام (اردو)
- ★ خرید و فروخت کے جدید مسائل اور ان کے شرعی احکام (اردو)
- ★ مالی جرمانہ کے شرعی احکام (اردو)
- ★ مال حرام اور حلال و حرام سے مخلوط آمدنی کے شرعی احکام (اردو)
- ★ مہر فاطمی کی تحقیق اور اس کی شرعی حیثیت (اردو)
- ★ جہیز کی شرعی حیثیت (اردو)
- ★ طالبان کا اسلامی انقلاب (اردو)
- ★ پاسبان حرم (اردو)

ملنے کا پتہ: دار الاشاعت، اردو بازار کراچی فون نمبر 2631861